سلسلۂ چاردہ معصومین کی بارھویں کتاب

إِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا

دسویں امام

حضرت امام علی نقی علیہ السلام

کی

مختصر سوانحعمری

شیعہ لڑکوں اور لڑکیوں کیلئے

مرتبۂ

شمس الواعظین مولانا سید ظفر حسن صاحب قبلہ امروہوی مدظلہ

باہتمام مرزا محمد جواد

نظامی پریس لکھنؤ میں چھپی

قیمت ۱۲ار

فہرست مضامین

دیباچہ

ہماری یہ کتاب چہاردہ معصومین علیہم السّلام کے سلسلہ حالات کی بارہویں کڑی ہے جو خصوصیت سے شیعہ لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے لکھی گئی ہے۔ اس سلسلہ میں اس کا پورا لحاظ ہے کہ علمی زندگی کے نمایاں پہلوؤں پر روشنی پڑے تاکہ ہماری نئی پود میں عملی جوشش پیدا ہو۔ اور وہ جان سکیں کہ ان کے مذہبی پیشوا اور دینی رہنما روحانی کمالات کے کن اعلیٰ مراتب پر فائز تھے۔ اس زمانہ میں جبکہ انگریزی تعلیم اور مغربی تہذیب کی اندھی تقلید نے ہمارے نوجوانوں کو مذہب و مذہبیات سے بالکل بے خبر بنادیا ہے اس کی سخت ضرورت محسوس ہورہی تھی کہ حضرات چہاردہ معصومین علیہم السّلام کے حالات زندگی مختصر رسالوں کی صورت میں ترتیب دیے جائیں تاکہ لڑکے اور لڑکیاں عورتیں یا کم پڑھے لوگ بھی پڑھ کر مذہبی معلومات حاصل کریں۔ ہم نے اس سلسلہ میں معتبر و موثق روایات کو درج کرنے کا خاص اہتمام کیا ہے۔ اور محض تاریخی واقعات کے بیان پر اکتفا کی ہے زبان کو حتی المقدور آسان اور زمانۂ حال کے موافق لکھا ہے۔ اُمید ہے کہ ہماری یہ خدمت مقبول خاص و عام ہوگی

ناچیز
مؤلف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دسویں امام حضرت علی نقی علیہ السلام

باب اوّل

(حالات و واقعات)

۱- ولادت و نسب

ہمارے دسویں امام کا نام علی کنیت ابو الحسن ثالث اور سب سے
زیادہ مشہور لقب نقی ہے۔ آپ کے والد ہمارے نویں امام حضرت محمدؐ تقی
علیہ السّلام اور والدہ ماجدہ سمانہ خاتون تھیں۔ آپ پہلی رجب ۲۱۲ھ
میں جبکہ خلیفہ مامون عبّاسی کی حکومت کا زمانہ تھا مدینۂ منورہ میں پیدا ہوئے
اپنے پدر بزرگوار حضرت امام محمدؐ تقی علیہ السّلام کی طرح آپ بھی کمسنی ہی
کے زمانہ میں درجۂ امامت پر فائز ہوئے۔ باپ کے انتقال کے وقت آپ
کی عمر تقریباً چھ سال تھی۔

۲- بادشاہانِ وقت

آپ کی ولادت باسعادت مامون کے زمانۂ سلطنت میں ہوئی تھی...

مامون کے بعد معتصم کی حکومت کا دور شروع ہوا۔ اسی کے زمانہ میں ۲۲۰ھ میں امام محمد تقی علیہ السلام کے انتقال فرمانے پر ہمارے دسویں امام علیہ السلام کی امامت کا زمانہ شروع ہوا۔ معتصم اپنی سلطنت کے بکھیڑوں میں کچھ ایسا اُلجھا ہوا تھا کہ اُسے حضرت کی طرف متوجہ ہونے اور آپ کے حالات کی جستجو کرنے کا موقع ہی نہ ملا۔ ۲۲۷ھ میں جب آٹھ برس آٹھ مہینے اور آٹھ روز سلطنت کرنے کے بعد معتصم دنیا سے رخصت ہوا تو اس کا بیٹا واثق باللہ اپنے باپ کی جگہ تخت نشین ہوا۔ اس کی حکومت پانچ برس نو مہینے اور تیرہ روز رہی۔ امام علی نقی علیہ السلام نے اس کی پانچ سالہ حکومت کے زمانہ میں نہایت فراغت اور اطمینان کے ساتھ اپنی امامت کے فرائض کو انجام دیا نہ اس نے کبھی آپ کے حالات کی جستجو کی اور نہ آپ نے کسی معاملہ میں اس کی مخالفت کو ظاہر فرمایا۔ کچھ حضرت ہی پر منحصر نہیں واثق باللہ نے بنی ہاشم اور سادات میں سے کسی ایک کے حالات سے بھی کبھی کوئی تعرض نہ کیا۔ جو جس حال میں زندگی بسر کر رہا تھا۔ وہ اس معاملہ میں اپنے اسلاف سے بالکل جداگانہ حالت رکھتا تھا۔

۳۔ متوکل عباسی کا زمانہ

واثق باللہ کے انتقال کے بعد معتصم کا بیٹا متوکل تخت نشین ہوا یہ بڑا ہی ظالم وجابر بادشاہ تھا۔ بنی اُمیہ میں جو حال یزید کا تھا۔ وہی بنی عباس میں اس کا تھا۔ امام علی نقی علیہ السلام سے لے کر تمام سادات اور بنی ہاشم کا یہ سخت دشمن ثابت ہوا۔ اس عداوت میں یہ

اپنے اسلاف سے بھی آگے بڑھ گیا کیونکہ اس کے بزرگوں نے تو زندوں ہی پر ظلم کیا تھا لیکن اس نے تو یہ قیامت کی کہ سادات کے مردوں مُردوں کو بھی اپنے ظلم وجور سے محفوظ نہ رہنے دیا۔ متوکل کے تخت نشین ہونے سے چار برس بعد تک امام علی نقی علیہ السّلام مدینہ منورہ ہی میں مقیم رہے۔ جس طرح اس سے پہلے معتصم اور واثق نے حضرت کے حالات سے کوئی تعرض نہ کیا تھا اسی طرح چار برس تک متوکل نے بھی خموشی اختیار کی۔ لیکن اس کے بعد حضرت کی عداوت اس کے دل میں پیدا ہونی شروع ہو گئی اور اس کی خاص وجہ یہ ہوئی کہ سولہ سال سے آپ مدینہ میں قیام فرما ہو کر برابر لوگوں کو ہدایت فرما رہے تھے۔ اور آپ کی شہرت اور اثر کا دائرہ روز بروز بڑھتا چلا جاتا تھا۔ عراق۔ حجاز یمن۔ الجزائر۔ فارس اور مصر وغیرہ کے لوگ برابر آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر علمی فائدے حاصل کرتے رہتے تھے۔ حاسد لوگ اس عالمگیر اثر کو کہاں برداشت کر سکتے تھے۔ حضرت کا یہ اقتدار ان کی نظر میں کھٹکا۔ ان سب کا پیش رو عبداللہ بن حاکم تھا جو متوکل کی طرف سے مدینہ کا حکمراں تھا۔ پہلے تو یہ خود حضرت امام علی نقی علیہ السّلام کو طرح طرح کی ایذائیں پہنچاتا رہا۔ لیکن جب اس سے بھی تسکین نہ ہوئی تو اس نے متوکل کو لکھا کہ امام علی نقی علیہ السّلام گھر بیٹھے بیٹھے اسباب حکومت اور ضروریات سلطنت کو جمع کر رہے ہیں۔ ان کے خزانے سونے چاندی سے پُر ہو چکے ہیں۔ جنگی ہتیار خریدے جا رہے ہیں۔ شیعوں کا ایک بہت بڑا گروہ جان نثاری پر کمربستہ ہے۔ عنقریب خلافت سے مقابلہ ہونے والا ہے۔ آپ اس طرف سے ہوشیار رہیں اور موقع کو ہاتھ سے

جانے نہ دیں۔

امام علی نقی علیہ السّلام کو بھی حاکم مدینہ کے اس خط کی خبر مل گئی۔ آپ نے بھی اپنی برأت اور حاکم مدینہ کی غلط بیانی کے متعلق متوکل کو ایک خط لکھا اور اس میں حاکم مدینہ کی ایذا رسانیوں کا بھی مفصل حال تحریر فرمادیا یہ دونوں خط یکے بعد دیگرے سامرہ میں متوکل کے پاس پہونچے۔ حاکم مدینہ کی تحریر کے سامنے امام علیہ السّلام کی تحریر کیا یقین کرتا۔ اس کے دل میں فوراً یہ بات راسخ ہوگئی کہ امام علی نقی علیہ السّلام میری سلطنت کے بدخواہ ہیں۔ اس نے حضرت کو فوراً گرفتار کرانا مصلحت وقت کے خلاف سمجھ کر وہی تدبیر اختیار کی جو مامون نے چالیس برس پہلے حضرت امام رضا علیہ السّلام کے مقابل اختیار کی تھی یعنے اپنی ظاہری محبت اور عقیدت کی آڑ میں اس نے حضرت کو اپنے پاس بلا کر عمر بھر نظر بند کر لینے کی اپنے دل میں ٹھان لی۔

امام علی نقی علیہ السّلام کے خط کے جواب میں متوکل نے ایک نہایت طول طویل اشتیاق نامہ لکھا اور یحییٰ بن ہرثمہ کو چند ارکان سلطنت اور ایک فوجی رسالے کے ساتھ مع اس خط کے آپ کی خدمت میں بھیجا اور اسی کے ساتھ عبداللہ حاکم مدینہ کی معزولی اور اس کی جگہ ابوالفضل کی تقرری کا حکم بھی جاری کر دیا اور ابوالفضل کے ہاتھ ایک دوسرا خط اس مضمون کا بھیجا کہ عبداللہ چونکہ آپ کے مراتب کا پورا لحاظ نہیں رکھتا تھا۔ لہٰذا اس جرم کی سزا میں اس کو میں نے حکومت سے معزول کر کے ابوالفضل کو اس کی جگہ معین کر دیا اور اس سے بتاکید کہدیا ہے کہ آپ کے مراتب کا پورا پورا لحاظ رکھے۔ اُمید ہے کہ وہ آپ کی تعظیم و تکریم

میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرے گا۔ اس خط سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ متوکل سے بڑھ کر کوئی حضرت کا عقیدت مند اور بہی خواہ نہ تھا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کی تہ میں بہت بڑا راز پوشیدہ تھا۔

صافی میں ہے کہ اس خط کے چند ہی روز بعد متوکل نے امام علیہ السلام کو اس مضمون کا ایک تیسرا خط لکھا کہ میں آپ کے تمام حقوق کو اپنی ذات پر واجب الادا سمجھتا ہوں اور آپ کے خاندان کے جملہ مقاصد پورے کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہتا ہوں۔ جہاں تک خدا نے آپ کی اور آپ کے خاندان عالی کی تکریم و تعظیم کا حکم دیا ہے اور جو حقوق آپ کے ہم پر واجب ہیں ان سب کا بجالانا میں اپنی ذات پر فرض سمجھتا ہوں۔ میں نے حاکم مدینہ عبداللہ بن حاکم کو اسی وجہ سے معزول کیا کہ وہ آپ کی تعظیم میں کوتاہی کرتا اور آپ کی ذات گرامی پر جھوٹے الزام لگاتا تھا۔ مجھے ہرگز یقین نہیں آیا کہ آپ ایسی بُری خواہشوں کو اپنے دل میں جگہ دیتے ہوں گے جو اس نے مجھے تحریر کی ہیں۔ میں نے اس کی جگہ ابوالفضل کو معین کر کے یہ تاکید کر دی ہے کہ وہ آپ کے مدارج و مراتب کا کافی لحاظ رکھے اور ہر ایک معاملہ میں آپ کے مشورہ سے کام کرتا رہے۔

علاوہ بریں میں آپ کے فضل و کمال کا شہرہ سن کر ایک عرصہ سے زیارت کے لئے بے چین ہوں اور آپ کی قدم بوسی کو دنیا کی ہر ایک دولت سے بہتر سمجھتا ہوں۔ کیا اچھا ہوتا اگر آپ چند روز کے لئے مدینہ منورہ سے یہاں تشریف لے آتے اور میرے پاس قیام فرماتے۔ اپنے عزیزوں اور دوستوں میں سے جتنے لوگوں کو چاہتے اپنے ہمراہ

لے آتے۔ اگر آپ کا یہ خیال ہو کہ میں شاہی کرّ و فر سے بلا کر آپ کو اپنا مہمان بناؤں تو یہ میری بڑی خوشی کا باعث ہے۔ میں اسی غرض سے یحییٰ بن ہرثمہ اور اس کے تمام رسالہ کو آپ کی خدمت میں بھیجتا ہوں اور نہایت اشتیاق کے ساتھ یہ التجا پیش کرتا ہوں کہ آپ ضرور بالضرور میرے پاس تشریف لائیں سفر میں آپ کو کوئی تکلیف نہ ہوگی یحییٰ بن ہرثمہ اور اس کے رسالہ کے سپاہی آپ کی راحت کا جملہ سامان فراہم کرتے رہیں گے۔ جہاں آپ کا حکم ہو گا وہیں وہ قیام کریں گے اور جب آپ حکم چلنے کا دیں گے وہ چل کھڑے ہوں گے۔ غرض ہر طرح آپ کی اطاعت کرتے ہوئے مدینہ سے سامرہ تک پہنچیں گے۔ آپ کو ان تمام لوگوں پر پورا اختیار ہے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ غیروں کا کیا ذکر مجھے اپنے خاص الخاص عزیزوں میں بھی آپ سے زیادہ کوئی عزیز نہیں۔ کیونکہ میں آپ کی جلالت قدر اور علمی قابلیت میں کسی ایک کو بھی آپ کے برابر نہیں پاتا۔

۴۔ امام علی نقی علیہ السلام کی مدینہ سے روانگی

مذکورہ بالا خط کو پڑھ کر ظاہری فیصلہ یہی ہو گا کہ ایسا خط لکھنے والا کسی وقت بھی فریب دہی یا ایذا رسانی کا قصد نہ کرے گا لیکن جو لوگ عباسی بادشاہوں کی چال سے بخوبی واقف ہیں وہ ان نمایشی الفاظ سے کبھی دھوکا نہیں کھا سکتے۔ یہ ہاتھی کے دانت ہیں کہ کھانے کے اور دکھانے کے اور۔

الغرض امام علی نقی علیہ السلام کو جب یہ خط ملا تو آپ نے معاملہ کی نزاکت پر غور کیا اور انکار کو خلاف مصلحت سمجھ کر آپ مدینہ چھوڑنے پر آمادہ

ہو گئے۔ جس طرح اس امر میں متوکل نے اپنے اسلاف کی پیروی اختیار کی تھی اسی طرح اس امام علی نقی علیہ السلام نے اس کے مقابلہ میں اپنے ابائے کرام کا طریقۂ کار اختیار کیا۔ آپ متوکل کی اس چال کو سمجھ گئے تھے۔ خط کو ایک باقاعدہ فوج کے ساتھ بھیجنا یہ بتا رہا تھا کہ انکار میں خیریت نہیں۔ اگر متوکل کی منشاء کے خلاف کوئی جواب حضرت کی طرف سے دیا جاتا تو یحییٰ بن ہرثمہ کا رسالہ وہی لوٹ مار مچاتا جو عیسیٰ جلودی نے امام رضا علیہ السلام کے زمانہ میں مچائی تھی۔ آخر نتیجہ یہ ہوتا کہ امام علی نقی علیہ السلام بذلت تمام گرفتار کر لئے جاتے۔ حضرت نے اپنی دور اندیشی سے اس کا موقع ہی نہ آنے دیا اور فوراً متوکل کی بظاہر شوق بھری درخواست کو منظور فرما لیا البتہ اتنا ہوا کہ آپ نے یحییٰ بن ہرثمہ سے تیاری سفر کے لئے ایک ہفتہ کی مہلت مانگی جو اس نے بخوشی منظور کر لی۔

حضرت نے اپنے سفر کی تیاریاں شروع تو کر دیں مگر مدینۂ رسول کا چھوڑنا آپ پر نہایت شاق تھا۔ کامل تیرہ برس سے آپ یہاں بندگان خدا کو دین رسول کی تعلیم و تلقین فرما رہے تھے۔ اور اہل مدینہ کو آپ کی صحبت سے بے انتہا روحانی فوائد حاصل ہو رہے تھے۔ ایسی صورت میں خیال کرو حضرت کا مدینہ سے جانا آپ کے لئے بھی اور اہل مدینہ کے لئے بھی کس قدر رنج و قلق کا باعث ہوگا۔ چنانچہ جب آپ روضۂ رسول سے رخصت ہوئے اس وقت آپ کی بے چینی کا ایک عجیب عالم تھا۔ آپ زار زار رو رہے تھے اور ایک عجیب کرب کے آثار آپ کے چہرہ سے آشکار تھے۔ حضرت کی روانگی کے وقت تمام اہل مدینہ آپ کے گرد جمع تھے اور آپ کی جدائی کے غم میں ڈھاریں مار مار کر رو رہے تھے۔

آپ ان سب کو صبر کی تعلیم دیتے تھے۔

آپ کی روانگی کے متعلق یحییٰ بن ہرثمہ کا بیان ہے کہ جو دن کوچ کے لئے مقرر ہوا تھا۔ میں اس کی صبح کو آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا دیکھا کہ حضرت کا سامان سفر درست ہو رہا ہے۔ نوکر چاکر بڑے بڑے روئی بھرے لحاف لبادے اور عبائیں غرض تمام سرمائی سامان کے گٹھر باندھ رہے ہیں میں اس وقت تک حشویہ عقائد کا آدمی تھا۔ یہ سامان دیکھ کر دل میں کہنے لگا۔ شیعہ بھی کیسے سادہ لوح ہیں کہ ایسے معمولی عقل والے آدمی کو اپنا امام دین و دنیا جانتے ہیں۔ بھلا ایسی سخت گرمی میں یہ سرمائی سامان لے جانے کی کون ضرورت ہے۔ خواہ مخواہ بار کو بڑھایا جا رہا ہے۔ میں اپنے دل ہی دل میں گھٹ رہا تھا لیکن امام علی نقی علیہ السّلام سے کچھ کہنے کی جرأت نہ کر سکتا تھا۔

تھوڑا سا دن چڑھا تھا کہ امام علیہ السّلام مدینہ سے روانہ ہوئے۔ یحییٰ کہتا ہے کہ اثنائے راہ میں ایک دن ہم لوگوں کا قیام ایک ایسے غیر آباد اور ویران میدان میں ہوا جہاں کوسوں تک سوائے ریگستان کے اور کچھ نظر ہی نہ آتا تھا نام کو کسی درخت کا نشان نہ تھا۔ کوسوں تک کوئی آبادی نظر نہ آتی تھی۔ چونکہ روزانہ مسافت کے لحاظ سے وہی مقام ہمارے قیام کا تھا اس لئے مجبوراً وہاں ٹھہرنا پڑا۔

میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ میں حشویہ عقیدہ کا آدمی تھا مگر میرا ایک خاص رفیق جو میری طرف سے کتابت کا کام کیا کرتا تھا وہ عقیدہ کا شیعہ تھا لیکن ایک دوسرا شخص جو میرا مصاحب و محافظ تھا وہ سنی مذہب کا تھا۔ ان دونوں میں اکثر مذہبی مباحثے ہوا کرتے تھے۔ اور دونوں اپنے اپنے

مذہب کے حق ہونے پر دلیلیں پیش کیا کرتے تھے۔ میں تنہا بیٹھا ان کی باتیں سُنا کرتا تھا۔ اس منزل پر بھی ان دونوں نے بیکاری میں اپنا جی بہلانے کے لئے وہی پُرانی باتیں نکال کھڑی کیں۔ اثنائے گفتگو میں میرے سنی مصاحب نے شیعہ سے کہا۔ تمہارے خلیفۂ بلافصل حضرت علیؑ نے کہا ہے کہ دنیا میں کوئی مقام ایسا نہیں جہاں قبریں نہ بنائی گئی ہوں اور مُردے نہ گاڑے گئے ہوں۔ بتاؤ تمہاری کتابوں میں ایسا لکھا ہے یا نہیں۔ شیعہ نے کہا۔ ہاں لیکن اس سے تمہارا مدّعا؟ سنی نے کہا۔ اگر یہ بات درست ہے تو بتاؤ اس لق و دق میدان میں جہاں آدمی کا کیا ذکر جانور کی بھی رسائی نہیں قبریں کہاں سے آئیں گی اور تمہارے امام برحق کی تصدیق کیسے ہوگی۔ اس کا یہ کہنا تھا کہ تمام حاضرین کھِل کھلا کر ہنس پڑے اور شیعہ کا مذاق اُڑانے لگے۔ وہ بیچارہ خفیف سا ہوکر رہ گیا۔

ابھی تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ آسمان پر بادل نمودار ہوا اور ٹھنڈی ہوا چلنے لگی۔ مغرب کا وقت ہوتے ہوتے ہر طرف ابر چھا گیا اور ہوا تیز ہوگئی نصف رات نہ گزرنے پائی تھی کہ موسلا دھار پانی کے ساتھ شدید اولہ باری ہوئی اور اس قیامت کی تیز ہوا چلی کہ لوگوں کے دل لرزنے لگے اور سردی کی زیادتی سے ہلاکت کا اندیشہ ہونے لگا۔ ہرثمہ کا بیان ہے کہ اس وقت سردی سے میرا حال بہت تباہ تھا۔ کوئی جاڑے کا کپڑا ایسا نہ تھا جس سے میں اپنے جسم کی حفاظت کرسکوں۔ جب آدھی رات سے زیادہ وقت گزر گیا تو کسی شخص نے میرے خیمہ کے دروازے پر آواز دی میں نے اٹھ کر دیکھا تو حضرت امام علی نقی علیہ السلام کا خادم ہے۔ مجھے دیکھ کر کہنے لگا۔ امام علیہ السلام نے یہ جاڑوں کے کپڑے آپکو اور آپ کے کاتب کو بھیجے ہیں کہ ان کو پہنکر اپنے جسموں کی

حفاظت کرلیں۔ میں نے اس وقت ان کپڑوں کو بہت غنیمت سمجھا اور امام علیہ السلام کی اس عنایت کا دل سے شکریہ ادا کیا۔ گٹھری کو کھول کر دیکھا تو اس میں دو لحاف، دو لبادے اور دو عبائیں روئی بھری ہوئی تھیں۔ میں نے ان کپڑوں کو دیکھتے ہی سچے دل سے آپ کی امامت کا اقرار کیا۔ اب میں سمجھا کہ حضرت نے اپنے ساتھ سرمائی سامان کیوں لیا تھا۔ الغرض ہم نے تو ان کپڑوں کی وجہ سے اس رات کی قیامت خیز سردی سے نجات حاصل کرلی لیکن صبح کو پتہ چلا کہ میرے ساتھیوں میں سے آدھی آدمی ہلاک ہوگئے ان مرنے والوں میں میرا وہ سنی مصاحب بھی تھا۔ میں یہ حال دیکھ کر امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا۔ اے یحییٰ جاؤ اور اپنے ہمراہیوں کو دفن کرادو اور یقین کرلو کہ خدائے قادر و توانا تمام روئے زمین کو اسی طرح قبروں سے پُر کردے گا۔ ہمارے جد بزرگوار امیرالمومنین علیہ السّلام کا قول کبھی خلاف نہیں ہوسکتا امام وقت کا کوئی فعل عبث اور بیکار نہیں ہوتا اور کوئی کلام صداقت اور حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ اس شخص کو وہاں قبریں ہونے پر کس قدر تعجب تھا لیکن یہ خبر نہ تھی کہ اس جیسے کتنے لوگوں کی قبریں وہاں بن چکی ہوں گی۔

۵۔ سامرہ میں امام علیہ السّلام کا نزول

متوکل کی سخت دلی دیکھو کہ امام علیہ السّلام کو یا تو کتنے شوق سے بلایا تھا یا جب حضرت سامرہ میں پہنچے تو اس نے ذرا بھی پروا نہ کی۔ بھولے سے بھی نہ پوچھا کہ کون آیا ہے اور کس حال میں ہے۔ جب لوگوں نے پوچھا کہ کہاں ٹھہرایا جائے تو اس نے کہا خان الصعالیک (محتاج خانہ) میں اتروادو چونکہ اب اس کا مقصد حاصل ہوگیا تھا اور امام علیہ السّلام مدینہ چھوڑ کر اس کے پاس چلے

آئے تھے اور اس کے پنجہ میں گرفتار ہو چکے تھے۔ لہٰذا اب اسے اس طرف سے اطمینان ہو گیا تھا۔ یہ بات کچھ متوکل ہی سے مخصوص نہ تھی بلکہ تمام سلاطین عباسیہ کا یہی حال تھا۔ مطلب نکلتے وقت سب کچھ کہہ لیتے تھے بعد میں خون کے پیاسے بن جاتے تھے۔ متوکل ان سب سے زیادہ کج خلق اور بد طینت ثابت ہوا۔ اس نے اپنے مہمان کے ساتھ ایک روز بھی ظاہرداری قائم نہ رکھی اور اس خیال کو پیش نظر رکھ کر کہ اب تو حضرت پھندے میں پھنس ہی گئے ہیں پہلے ہی روز سے اپنی مخالفت کا اظہار کرنا شروع کر دیا۔ اس بد سرشت نے امام ؑ کے قیام کے لئے ایسی جگہ کو تجویز کیا تھا جہاں مُلک بھر کے مفلس اور محتاج اور بھیک منگے لوگ پڑے رہتے تھے۔ یہ مقام شہر کی آبادی سے دُور ایک ویرانے میں واقع تھا۔ شہر کے عزت دار لوگ بھولے سے بھی کبھی اس طرف نہ آتے تھے بلکہ اُدھر سے گزرنا بھی اپنے لئے باعث ننگ و عار سمجھتے تھے۔ لیکن سبحان اللہ کیا نفس تھا۔ ہمارے امام علیہ السلام کا کہ متوکل کی اس بد اخلاقی اور بے مروتی کو دیکھ کر آپ نے کسی قسم کی ناراضی اور کشیدگی کا اظہار نہ کیا اور ایک کلمہ شکایت کا اپنی زبان مبارک پر نہ لائے۔ بلکہ خموشی کے ساتھ اسی ویران مقام میں جا ٹھہرے۔ تین دن آپ کا قیام اسی جگہ رہا مگر کسی کے سامنے متوکل کی شکایت نہ کی۔

روضۃ الصفا میں سعید بن صالح سے مروی ہے کہ جب مجھے امام علی نقی علیہ السلام کے سامرہ میں تشریف لانے کا حال معلوم ہوا تو خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی لیکن جب یہ پتہ چلا کہ آپ خان الصعالیک میں مقیم ہیں تو سخت تعجب ہوا کہ امام علی نقی علیہ السلام جیسا شخص اور ایسے مقام پر قیام۔ بہرحال حضرت کے شوق زیارت میں بے چین ہو کر میں وہاں پہنچا۔ حالانکہ آج سے پہلے میں کبھی اس مقام

پر نہیں گیا تھا۔ میں نے وہاں جا کر دیکھا کہ امام علیہ السّلام مع اپنے ساتھیوں کے وہاں قیام پذیر ہیں۔ میں جمال مبارک دیکھتے ہی قدموں پر گر پڑا۔ آپ نے بڑی شفقت کے ساتھ مجھے اپنے سینہ سے لگایا اور خیریت پوچھی۔ سب سے پہلے میں نے حضرت کی خدمت میں یہ عرض کیا کہ فرزند رسول آپ کیوں متوکل کے خط پر چلے آئے۔ اب تو حضور پر اس کی عداوت ظاہر ہو ہی گئی ہوگی۔ اس سے بڑھ کر اور کیا دشمنی ہوگی کہ آپ کو اتنی دور سے بلا کر ایسے خراب، کثیف اور غیر آباد مقام میں ٹھہرایا ہے۔ حضرت یہ بات سُن کر مسکرائے اور فرمایا ذرا منھ پھرا کر تو دیکھو اب جو میں نے دیکھا تو وہ مقام انواع و اقسام کے پھولوں سے بھرا ہوا تھا۔ چاروں طرف پُر فضا سبزہ لہلہا رہا تھا۔ نہریں اور چشمے موجیں مار رہے تھے۔ غرض خان الصعالیک کا وہ حصہ جہاں حضرت تشریف فرما تھے بہشت کا نمونہ بنا ہوا تھا۔ میں یہ دیکھ کر سکتہ میں آگیا۔ مجھے متعجب دیکھ کر فرمایا یہ سامان جو تم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو جہاں میں جاؤں مجھے ہر جگہ میسر ہو سکتے ہیں۔ تم مجھے خان الصعالیک میں مقیم نہ سمجھو۔ مگر بظاہر۔

۶۔ امام علی نقی علیہ السّلام کی نظربندی

تین دن کے بعد متوکل نے حضرت کو خان الصعالیک سے بُلا کر ایک نہایت سنگدل اور ظالم انسان زراقی کے سپرد کیا۔ یہ ایک رومی سپہ سالار تھا اور متوکل کی سلطنت کا بہت بڑا رکن تھا۔ اس نے امام علیہ السّلام کو اسکی سپردگی میں اس وجہ سے دیا تھا کہ وہ حضرت پر رحم نہ کھائیگا اور آپ کو آزار پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرے گا۔ لیکن متوکل کی یہ مراد بر نہ آئی۔ زراقی حضرت کے محاسن اخلاق اور مکارم عادات کو دیکھ کر اور شب و روز کی عبادت گزاری اور

زہد شعاری کو مشاہدہ کر کے آپ کا حد درجہ معتقد اور بہی خواہ بن گیا۔ اس کے ذہن میں یہ بات بیٹھ گئی کہ متوکل نے ایسے خدارسیدہ بزرگ کو ناحق مصیبت میں مبتلا کر رکھا ہے۔ آپ کی ذات ایسی نہیں کہ کسی کے حق میں نقصان رساں ثابت ہو۔ یہ سب متوکل اور اس کے ہوا خواہوں کی بنائی ہوئی باتیں ہیں۔ زرّافی دل میں تو متوکل کے اس عمل سے سخت ناراض تھا لیکن اس کے خوف کے سبب زبان سے کچھ نہ کہہ سکتا تھا۔ البتہ امام علیہ السلام کی راحت رسانی اور خاطرداری میں وہ کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا تھا۔

صفرا بن ابی دلف کا بیان ہے کہ میں ایک بار اپنی کسی ضرورت سے سامرہ گیا وہاں معلوم ہوا کہ امام علی نقی علیہ السّلام آج کل زرّافی حاجب متوکل کے یہاں قید ہیں۔ چونکہ ایک عرصہ سے حضرت کی زیارت کا شرف حاصل نہ ہوا تھا اس لئے میں بڑے شوق کے ساتھ اس کے مکان پر گیا۔ زرّافی مجھے پہچانتا تھا۔ مجھے دیکھ کر کہنے لگا تم اس وقت کہاں آئے؟ میں ابھی تک اُسے ویسا ہی شقی سمجھے ہوئے تھا جیسا کہ وہ مشہور تھا لہٰذا میں نے بات بنا کر کہا میں تو آپ ہی سے ملنے آیا ہوں۔ اتنے میں کچھ اور لوگ آگئے اور وہ ان سے مخاطب ہو کر باتیں کرنے لگا۔ جب وہ چلے گئے اور تخلیہ ہو گیا تو زرّافی پھر مجھ سے کہنے لگا کہ تم مجھ سے فضول باتیں بناتے ہو۔ تم بھلا مجھے کیوں دیکھنے آتے۔ تم حقیقت میں اپنے مولا امام علی نقی علیہ السّلام سے ملنے آئے ہو جو زمانہ کی گرفتاری سے میرے یہاں نظر بند کئے گئے ہیں۔

صفرا کہتے ہیں وہ زمانہ ایسا نہیں تھا کہ کوئی شخص بے تکلفی کے ساتھ محب اہلبیت ہونے کا اقرار کر لیتا یا اپنا شیعہ ہونا ظاہر کر دیتا کیونکہ یہ دونوں باتیں اس زمانہ میں سنگین جرم تھیں جن کی سزا سوائے قتل کے اور کچھ تھی ہی

نہیں۔ میں نے مصلحت وقت پر نظر کرکے بطور تجاہل عارفانہ کہا میرا مولا کون ہے؟ میں تو اپنا مولا؟ میں تو اپنا مولا اور خلیفۂ عصر متوکل ہی کو جانتا ہوں یہ سُن کر زراقی مسکرا دیا اور کہا میں حقیقت حال سے خوب واقف ہوں تم مجھ سے اصل واقعہ کو نہ چھپاؤ۔ اب تو میں بھی تمھارے مولا اور امام کو برحق جانتا ہوں خدا کا شکر ہے کہ ان کے تمام فضائل و مناقب کا اسی طرح قائل ہوں جس طرح تم کو چھپانے کی کیا ضرورت ہے۔ میں تم کو بڑی خوشی سے ابھی حضرت کی خدمت میں پہنچائے دیتا ہوں۔ مجھے زراقی کے شیعہ ہونے کا حال معلوم کرکے بے حد خوشی ہوئی۔

الغرض زراقی نے اپنے ایک خادم کو آواز دی۔ جب وہ آگیا تو میری طرف اشارہ کرکے کہا۔ ان کو اس سید علوی کے پاس لے جاؤ جو قید ہے۔ زراقی نے مصلحتاً حضرت کا علانیہ نام نہ لیا۔ غور کرو کیسا خطرناک زمانہ تھا کہ زراقی جیسا ذی اقتدار شخص غلام کے سامنے اپنے عقیدہ کا اظہار نہ کرسکتا تھا مجبوراً اس نے آپ کی شان میں وہی لفظ استعمال کیا جو عموماً بولا جاتا تھا۔

جب میں امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا تو آپ کو ایک بورئیے پر بیٹھا پایا۔ آپ کے سامنے ایک قبر کھدی ہوئی تھی میں یہ دیکھکر حیران ہوگیا اور طرح طرح کے وسوسے میرے دل میں پیدا ہونے لگے۔ آخر بے اختیار ہوکر رو دیا حضرت نے فرمایا اس قدر بیتاب کیوں ہوتے ہو۔ اطمینان رکھو مجھے دشمنوں سے ابھی کوئی گزند نہ پہنچے گا۔ میں قبر کو کھدا ہوا اس لئے نظر کے سامنے رکھتا ہوں تاکہ میرے دل میں خوف خدا زیادہ ہو اور رجوع قلب اس کی طرف بڑھتی رہے۔ یہ سنکر مجھے اطمینان ہوا۔ چند مسائل دریافت کرنے کے بعد میں امام علیہ السلام سے رخصت ہوکر چلا آیا۔

لکھا ہے کہ جب متوکل کو اس کا پتہ چلا کہ زرّافی کو امام علی نقی علیہ السّلام سے عقیدت پیدا ہو گئی ہے تو اس نے باز پرس کرنی یا اس کو کوئی سزا دینی تو خلاف مصلحت سمجھی لیکن امام علیہ السّلام کو پھر اس کی نگرانی میں رکھنا گوارہ نہ کیا اور بہت جلد وہاں سے نکال کر حضرت کو اپنے دربار کے ایک امیر سعید نامی کی حراست میں دے دیا۔

۷۔ امام علیہ السّلام سعید کی حراست میں

ابن اَدْوِمہ کا بیان ہے کہ ایک رُوز میں امام علی نقی علیہ السّلام کی زیارت کے خیال سے سعید کے مکان پر پہنچا۔ اس کو میرے شیعہ ہونے کا علم تھا۔ دیکھتے ہی کہنے لگا "کیا تم اپنے خدا سے ملنے آئے ہو؟" میں نے کہا۔ سعید! توبہ کرو میرا خدا ایسا نہیں کہ آنکھیں اسے دیکھ سکیں۔ اس نے کہا میری مراد یہ ہے کہ تم ان سے ملنے آئے ہو جنھیں تم دنیا و آخرت میں اپنا امام و پیشوا جانتے ہو؟۔ میں نے کہا بیشک میرا یہی قصد ہے۔ اس نے کہا مجھے متوکل نے ان کے مار ڈالنے کا حکم دیا ہے چنانچہ میں کل اُن کو قتل کر ڈالوں گا۔ اتنا کہکر اس نے مجھے حضرت کے پاس جانے کی اجازت دے دی۔ میں نے اندر جاکر دیکھا کہ آپ ایک تاریک حجرہ میں تشریف فرما ہیں اور آپ کے سامنے ایک قبر کھودی جارہی ہے۔ میں آپ کے قتل کی خبر تو سعید کی زبانی سُن ہی چکا تھا اب جو قبر کھُدتی دیکھی تو آپ کی شہادت کا پورا یقین ہو گیا۔ جی بھر آیا اور بیتاب ہو کر رونے لگا۔ حضرت نے مجھ سے فرمایا تم کیوں روتے ہو۔ میں نے کہا فرزند رسول! میں نے سعید کی زبانی ابھی ایسا سنا پھر یہاں قبر کھُدتے دیکھی بس میں آپ کی شہادت کی خبر کو

صحیح سمجھ کر آپے میں نہ رہا۔ حضرت نے فرمایا تم اطمینان رکھو جب تک متوکل زندہ رہے گا یہ لوگ مجھے ہلاک نہ کر سکیں گے۔

ہمارے امام علیہ السّلام سعید شقی کی حراست میں بارہ برس کامل رہے اس عرصہ میں اس نے حضرت کو طرح طرح کی تکلیفیں دیں لیکن امام علیہ السّلام بڑے صبر و ضبط سے کام لیتے رہے۔ یہ زمانہ معمولی زمانہ نہ تھا اگر صبح ہوتی تھی تو شام تک حضرت کے جینے کی امید نہ تھی اور شام ہوتی تھی تو صبح تک زندہ رہنے کا یقین نہ ہوتا تھا۔ باوجود اس پریشان خاطری کے آپ کی روزانہ عبادت میں ایک سر مو فرق نہ آیا۔ وہی شب بیداری وہی دن میں روزہ۔ وہی قرآن خوانی، وہی نماز، وہی اوراد و وظائف۔ ہر شخص حضرت کی اس حالت پر تعجب کرتا تھا اور بعض تو یہ آیت پڑھ کر رہ جاتے تھے اِنْ ھٰذَا اِلَّا مَلَکٌ کَرِیْمٌ (یہ تو آدمی نہیں بلکہ فرشتہ ہیں) حضرت کے نفسانی کمالات کا سامرہ کی مخلوق پر ایسا گہرا اثر تھا کہ ہر شخص آپ کی رہائی کے لئے صدق دل سے دعا مانگتا اور متوکل کو بُرا بھلا کہتا تھا۔

۸۔ فتح ابن خاقان کی وزارت اور امام علیہ السّلام

متوکل نے احمد زیات کو جو واثق باللہ کے زمانہ سے وزارت کی خدمات انجام دے رہا تھا برطرف کر کے فتح ابن خاقان کو اپنا مستقل وزیر بنالیا یہ بزرگ شیعہ تھے اور متوکل ان کی شیعیت کو جانتا بھی تھا لیکن انھوں نے اپنی خدمات کو کچھ ایسی خوبی سے انجام دیا تھا کہ متوکل ایسے شخص کو ایک دم ان سے جدا رہنا گوارا نہ تھا۔ بلکہ طرح طرح سے ان کی ناز برداری کرتا تھا اور تمام سیاہ و سفید کا مالک انھیں کو بنا رکھا تھا۔ دربار سے لے کر تمام شاہی محلات

تک فتح ہی کا طوطی بول رہا تھا۔ کسی کی یہ طاقت نہ تھی کہ ان کی مخالفت میں لب ہلا سکے۔ سلطنت کے تمام محکمے ان کے تحت میں تھے۔ جو چاہتے حکم جاری کرتے۔ غرض متوکل کے مدار المہام، مختار عام، وزیر یا مشیر جو کچھ کہو یہی تھے

لکھا ہے کہ جب فتح کو متوکل کے مزاج پر پوری طرح قابو حاصل ہو گیا تو اب انھوں نے امام علی نقی علیہ السّلام کے معاملات کی طرف توجہ کی حضرت اس وقت بارہ برس سے نظربندی کی مصیبت میں گرفتار تھے۔ چونکہ فتح متوکل کی ناصبیت اور خاندان اہلبیت کی عداوت کو بخوبی جانتا تھا اس لئے کھلم کھلا عرض حال کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ مناسب موقع کا متلاشی تھا۔ اسی جستجو میں ایک عرصہ گزر گیا۔ اتفاقاً متوکل کے دربار میں دارالخلافت سامرہ کی آبادی کے اضافہ کا مسئلہ درپیش ہوا۔ اور خلیفہ نے اس کو منظور بھی کر لیا فتح نے اس موقع کو غنیمت سمجھ کر یہ تجویز پیش کی کہ شہر کے جو مقامات غیر آباد اور ویران ہیں وہ یہاں کے امراء و اراکین کو دیدیے جائیں کہ وہ اپنے خرچ سے اپنی اپنی خواہش کے مطابق عمارتیں بنوا لیں۔ اس صورت میں حکومت کے خزانہ سے ایک پیسہ خرچ نہ ہوگا اور شہر کی حالت درست ہو جائے گی۔ متوکل نے اس تجویز کو مفید سمجھ کر منظور کر لیا۔ اور جلد سے جلد عمل میں لانے کی تاکید کی۔ فتح نے بہت جلد غیر آباد مقاموں کی فہرست تیار کر کے سامرہ کے تمام امیروں اور شاہی منصب داروں پر ان کو تقسیم کر دیا۔ اسی سلسلہ میں ایک قطعہ زمین امام علی نقی علیہ السّلام کے نام پر بھی لکھدیا لیکن اسی خیال سے کہ شاید متوکل آپ کے نام پر زمین دیکھ کر چونکے اس کی قیمت منگا کر اپنے پاس رکھ لی اور فہرست پر نوٹ دیدیا گیا کہ اس زمین کی قیمت وصول ہو گئی ہے۔ ایسی صورت میں متوکل کی ناراضی کا خطرہ اور زمین کے

واپس لئے جانے کا خوف باقی نہ رہا۔ لکھا ہے کہ جب یہ فہرست متوکل کی نظر سے گزری تو اس نے ناک بھوں چڑھائی لیکن جب وصولی قیمت کا نوٹ لکھا دیکھا تو خاموش ہو رہا۔

اس کے بعد فتح نے اس زمین کا باقاعدہ بیعنامہ حضرت کے نام لکھ دیا اور متوکل سے کہہ سُن کر مکان بنوانے کی اجازت بھی دلوا دی۔ لیکن متوکل کی سختی دیکھو کہ امام علیہ السّلام کو اپنی ذاتی مکان میں بھی آزادی سے رہنے کی اجازت نہ دی بلکہ سعید وغیرہ کو نگراں مقرر کر دیا تاکہ وہ صبح وشام حضرت کے حالات کو معلوم کرتے رہیں۔ باوجودیکہ سالہا سال سے وہ جاسوسوں کے ذریعے حضرت کے حالات معلوم کرتا چلا آ رہا تھا اور اب تک کوئی ایک بات بھی اس کو ڈھونڈے نہ مل سکی تھی۔ لیکن اس پر بھی اسے چین نہ آیا۔ لیکن حضرت کے صبر و استقلال کو بھی دیکھو کہ اس پر بھی زبان سے اُف نہ کی اور اپنی طرف سے کوئی جھگڑا اٹھانا پسند نہ کیا۔ چودہ برس کی مصیبت ناک نظر بندی کے بعد آپ نے اسی بات کو غنیمت سمجھا کہ علیحدہ مکان میں رہنے کی اجازت دے دی گئی۔

۹- ایک بدبخت ہمسایہ کی امام علیہ السّلام سے عداوت

امام علیہ السّلام کو ابھی اپنے مکان میں آئے چند ہی روز گزرے تھے کہ عمر ابن قصیب شقی نے جو آپ کے ہمسایہ میں رہتا تھا آپ سے جھگڑا کرنا شروع کر دیا وہ چاہتا تھا کہ مکان کو حضرت سے خالی کرا کر خود اس پر قابض ہو جائے۔ پہلے تو اس نے حضرت پر مکان چھوڑ دینے کے لئے بہت زور دیا۔ لیکن جب آپ اس کی باتوں کو دھیان میں نہ لائے تو اس

بشقی نے اپنی دولت او۔ اقتدار کے زور پر بہ جبر حضرت کو اٹھا دینا چاہا
چنانچہ ایک دن اپنے بہت سے غلاموں کو ہمراہ لے کر آپ کے گھر پر
چڑھ آیا اور اندر داخل ہونا چاہا۔ حضرت کے غلاموں نے سختی کے
ساتھ روکا۔ جھگڑے کی آواز سن کر امام علیہ السلام بھی باہر تشریف
لے آئے اور بڑی نرمی کے ساتھ جھگڑے کا سبب پوچھنے لگے اس کمینہ نے
حضرت کو نرم پاکر جواب میں سختی سے کام لیا کہنے لگا۔ خیریت اسی میں ہے
کہ آپ بہت جلد اس مکان کو خالی کر کے چلے جائیں۔

حضرت نے ہر چند سمجھایا مگر وہ کہاں ماننے والا تھا بدستور اپنی ہٹ
پر جما رہا آخر حضرت نے فرمایا اے عمر ابن الخضیب! ہم تمھارے اس مقام
کو اچھی طرح جانتے ہیں جہاں تم دو ہی روز کے بعد جانے والے ہو۔
ناحق تھوڑی سی زندگی کے لئے فساد برپا کرتے ہو اور ایک غریب ہمسایہ
کو ستاتے ہو۔ حضرت کی اس گفتگو کا بھی اس سنگدل پر کوئی اثر نہ
ہوا اور بدستور اپنی حکومت کے غرور میں فرعون بنا رہا۔ اسی اثنار
میں اور کچھ لوگ بھی آگئے اور بیچ بچاؤ کر کے اس وقت تو اس کو وہاں
سے ہٹا دیا۔ اور امام علیہ السلام دولت سرا میں تشریف لے گئے۔
لیکن اب سنو کہ معصوم کو ستانے کا اس نے کیسا بدلہ پایا۔

دو چار روز ہی گزرے ہوں گے کہ عمر ابن الخضیب کی سخت مزاجی
اور تشدد کی بہت سی شکایتیں متوکل کے پاس پہنچیں اور اس نے
اس معاملہ کی خفیہ تحقیقات شروع کر دی۔ جب معاملہ کھل گیا اور عمر کا جرم
ثابت ہو گیا تو متوکل نے اس کو شکنجہ میں کھینچے جانے کا حکم دے دیا۔ شاہی
سپاہیوں نے بے رو رعایت شاہی حکم کی تعمیل کی اور اس کو شکنجہ میں

کس کر سیکڑوں تماشائیوں کے سامنے دھوپ میں ڈال دیا۔ یہاں تک کہ وہ اسی حالت میں تڑپ تڑپ کر مر گیا۔ اسکے بعد متوکل نے اس کی تمام جائداد ضبط کرلی اور گھر لٹوا دیا سچ ہے ع با آلِ نبی ہر کہ در افتاد بر افتاد

۱۰۔ امام علیہ السّلام پر متوکل کے جدید مظالم

اگرچہ متوکل امام علی نقی علیہ السّلام کو علیحدہ مکان میں رہنے کی اجازت دے چکا تھا لیکن اس کے دل کو بغیر ظلم کئے چین کہاں تھا۔ اس نے پہلے ہی روز سے حضرت کی نگرانی کے لئے بہت سے لوگ معین کر دیے تھے۔ سعید دونوں وقت آپ کے حالات معلوم کرنے آتا تھا اور اس امر کی خاص طور سے جستجو رکھتا تھا کہ حضرت کی خدمت میں کون کون لوگ آتے جاتے ہیں۔

جب اس جاسوسی کا کوئی فائدہ نہ نکلا اور حضرت پر بغاوت و سرکشی کا الزام کسی صورت سے قائم نہ ہو سکا تو متوکل نے اپنے خاص خاص مُصاحبوں کا ایک جلسہ کر کے کہا۔ امام علی نقی علیہ السّلام کے معاملہ نے مجھے سخت پریشانی میں ڈال رکھا ہے۔ اس وقت تک ان کو نیچا دکھانے کی کوئی تدبیر نہیں ہو سکی چونکہ برس کا عرصہ ان کو ہماری حراست میں ہو گیا لیکن اتنی طویل مدت میں بھی ان کی ہمت و استقلال میں بال برابر فرق محسوس نہیں ہوتا۔ جہاں اور جس حال میں ان کو رکھا جاتا ہے وہ خوشی سے اسی کو منظور کر لیتے ہیں میری سطوت و حکومت کا کوئی خاص رعب ان کے دل پر نہیں پایا جاتا ان کے استغنا کی یہ حالت ہے کہ آج تک کسی ایک بات کے متعلق بھی مجھ سے سوال نہیں کیا اور نہ کبھی اپنی خواہش سے میرے پاس آئے۔ البتہ جب میں بلاتا ہوں تو بے عذر چلے آتے ہیں۔ غرض کہ ان کے

معاملہ میں مجھے سخت ناکامی کا منھ دیکھنا پڑا ہے۔ جس سے مجھے وہ خجالت ہو کہ بیان میں نہیں آسکتی متوکل کی یہ تقریر سُن کر اس کے خوشامدی مصاحب ایک بار بول اُٹھے کہ یہ معاملہ کوئی بڑا دشوار معاملہ نہیں۔ آپ جب چاہیں اپنی پچھلی ندامت کا بدلہ ان سے لے سکتے ہیں۔ ترکیب یہ ہے کہ امام رضا علیہ السلام کی اولاد میں ایک بزرگ موسیٰ بن موسیٰ عراق میں رہتے ہیں۔ وہ بڑے عیش پسند آوارہ مزاج اور رند مشرب آدمی ہیں۔ ان کو بُلا کر شاہی مصاحبوں میں داخل کر لیا جائے۔ چند ہی روز بعد ان پر ہمارا رنگ اچھی طرح چڑھ جائے گا۔ پھر کیا ہے جو بے عنوانیاں ان سے عمل میں آئیں گی ہم ان کو خوب طشت از بام کریں گے اور چونکہ وہ خاندان امامت سے ہیں لہٰذا ان کے اعمال سے سارا خاندان بدنام ہو جائے گا۔ نتیجہ اس کا یہ ہو گا کہ امام علی نقی علیہ السلام کا موجودہ وقار جاتا رہے گا۔ اور لوگ موسیٰ بن موسیٰ پر ان کا قیاس کر کے خود بخود ان سے منحرف ہونے لگیں گے۔ مثل مشہور ہے ایک مچھلی تمام تالاب کو گندہ کر دیتی ہے پھر کیا وجہ کہ خاندان کی بدنامی کے ساتھ امام علی نقی علیہ السلام بدنام نہ ہوں۔ جس وقت لوگوں کا اعتقاد ان کی طرف سے ہٹ جائے گا۔ اور وہ دنیا میں ذلّت و ناکامی کی زندگی بسر کرنے لگیں گے تو خود بخود بادشاہ کے رحم و کرم کے خواستگار بن کر بن بُلائے یہاں آئیں گے۔

متوکل کے دل و دماغ کو اہلبیت کی عداوت نے اس درجہ ناکارہ بنایا تھا کہ بے سوچے سمجھے اس نے اس تدبیر کو منظور کر لیا اور فوراً موسیٰ کے نام طلبی کا خط بھیجنے کی اجازت دے دی بلکہ اسی روز ایک غلام کی معرفت اس خط کو عراق بھیج دیا گیا۔

اس مشورہ کی خبر امام علی نقی علیہ السلام کو بھی ہوگئی آپ نے حسن تدبیر سے موسیٰ کو اس بلا سے بچانے کی فکر کی۔ چاہے موسیٰ کے افعال کیسے ہی کیوں نہ ہوں لیکن رشتہ داری کی وجہ سے آپ نے ضروری سمجھا کہ ان کو اس خطرہ سے آگاہ کر دیا جائے تاکہ وہ ان کاموں کے کرنے سے باز رہیں جن کے لئے وہ اس دھوم دھام سے بلائے جا رہے ہیں جس روز سامرہ میں ان کے آنے کی خبر مشہور ہوئی امام علی نقی علیہ السلام بیرون شہر اس مقام پر جا کر کھڑے ہوئے جہاں ذی عزت لوگوں کی رسم استقبال ادا کی جاتی تھی۔ اتفاقاً آپ کے وہاں جاتے ہی موسیٰ اپنے ناقہ پر سوار عراق کی طرف سے آپہونچے۔ ابھی متوکل کی استقبالیہ کمیٹی کے ممبر وہاں پہنچنے بھی نہ پائے تھے۔ امام علیہ السلام نے موسیٰ کو دیکھ کر نہایت خوشی کا اظہار کیا اور اپنی طرف سے ان کی تعظیم و تکریم میں کوئی کمی نہ کی۔ پھر ان سے فرمایا آپ کو معلوم ہے کہ متوکل نے ایسے شوق کے ساتھ آپ کو یہاں کیوں بلایا ہے۔ اس کے اس محبت و اخلاص میں ہماری اور آپ کی عداوت پوشیدہ ہے۔ وہ آپ کے ذریعہ سے ہمارے خاندان بھر کی ہتک کرانی چاہتا ہے۔ آپ کو اپنی بد صحبت میں رکھ کر ساری دنیا میں بدنام کرے گا۔ چاہے آپ اُن اعمال کو کریں یا نہ کریں لیکن آپ بغیر بدنامی کے رہیں گے نہیں اور آپ کے ساتھ ہمارا تمام خاندان بھی بدنام ہو کر رہے گا۔ آپ کا فرض ہے کہ اپنے آباؤ اجداد کی عظمت اور اپنے خاندان کے وقار کو قائم رکھیں۔

موسیٰ اس وقت متوکل کے ظاہری اعزاز پر ایسے فریفتہ ہو رہے تھے کہ امام علیہ السلام کا ارشاد ان کے کان ہی کو نہ لگا اور کچھ ایسے گول مول جواب دیے کہ حضرت کو یقین ہو گیا کہ یہ ہماری بات

نہ مانیں گے اور متوکل کے کہنے پر ضرور عمل کریں گے۔ آخر کار آپ نے
اتمام حجت کے لئے ان سے فرمایا کہ اگر آپ میری خیرخواہانہ صلاح کو نہیں
مانتے تو اس بات کا یقین کر لیجئے کہ متوکل کی قربت ایک دن آپ کو نصیب
نہ ہوگی اور ہم کو خدا ہمارے حاسدوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔ یہ فرما کر
آپ اپنے مقام پر واپس چلے آئے۔ کچھ دیر بعد متوکل کی استقبالیہ کمیٹی بھی
وہاں پہونچ گئی اور بڑے تزک و احتشام سے موسیٰ کو شہر میں لے گئے۔
لیکن جب متوکل کے در دولت پر حاضر ہوئے تو اُمید کے خلاف دربانوں
نے کہا کہ آج خلیفہ عصر سے کسی طرح ملاقات نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ محل
کے اندر ایک ضروری کام میں مصروف ہیں باہر نہیں آسکتے۔

موسیٰ کو یہ ٹکا سا جواب سُن کر بڑی ندامت ہوئی۔ امرا نے مجبور ہو کر
انھیں ایک معمولی مکان میں اتار دیا۔ موسیٰ نے وہ رات بڑی بے چینی
میں گزاری صبح ہوتے ہی محل شاہی کے دروازہ پر آموجود ہوئے۔ لیکن
آج بھی ناکام و نامراد واپس ہوئے۔ متوکل نے اندر سے کہلا بھیجا آج مجھے
ملنے کی فرصت نہیں۔ شام کو پھر گئے معلوم ہوا اس وقت بھی فرصت نہیں
صبح ہوئی تو پھر گئے معلوم ہوا طبیعت ناساز ہے۔ غرضکہ کئی روز متوکل
کی مُلاقات کے انتظار میں پریشان رہے۔

بات یہ تھی کہ اس وقت تو متوکل نے لوگوں کے کہنے سننے سے اثر
لے کر ان کو بُلا بھیجا تھا۔ لیکن چند روز بعد وہ خیال دور ہو گیا۔ بادشاہوں
کی آئی گئی طبیعت تو ہوتی ہے۔ شاہانہ رعونت نے اس کی اجازت نہ دی
کہ ایک معمولی شخص سے اس قدر جلد ملنے پر تیار ہو جائے۔ غرض جب موسیٰ
بالکل مایوس ہو گئے تو مجبور اُجہاں سے آئے تھے وہاں واپس گئے۔

۱۱- امام علیہ السّلام کے قتل کا حکم

متوکل کے دل میں امام علیہ السّلام کی طرف سے عداوت کا کچھ ایسا شعلہ بھڑکا تھا کہ کسی طرح ٹھنڈا ہونے ہی میں نہ آتا تھا- ایک دن اس نے فتح ابن خاقان کو بلا کر انتہائی غیظ و غضب کی حالت میں کہا تم تو مجھ سے ان کی (امام علیہ السّلام) نسبت ہمیشہ یہ کہتے رہتے ہو کہ لوگ ان پر غلط الزام لگاتے ہیں وہ ہرگز آپ کے یا آپ کی سلطنت کے خلاف نہیں مگر مجھے اپنے جاسوسوں کے ذریعہ سے یہ بات تحقیق ہو چکی ہے کہ جو باتیں ان کے متعلق سنی گئی ہیں وہ سب صحیح ہیں- فتح ابن خاقان نے طرح طرح سے اُسے سمجھایا لیکن اس کے غصہ میں ذرا کمی نہ ہوئی- آخر کار اس نے کہا میں آج ان کا قصہ ہی ختم کئے دیتا ہوں تاکہ ہمیشہ کے لئے یہ دغدغہ ہی مٹ جائے یہ کہکر اس نے چوبدار کو حکم دیا کہ فوراً امام علیہ السّلام کو حاضر کیا جائے۔

چوبدار تو ادھر روانہ ہوا یہاں متوکل نے چار ترکی غلاموں کو حکم دیا کہ جس وقت امام علیہ السلام تشریف لائیں فوراً ان کے ٹکڑے کر ڈالیں اس کے بعد اس نے یہ بھی قسم کھائی کہ قتل کے بعد میں ان کے جسم کو آگ میں جلا دوں گا۔

تھوڑی دیر بعد حضرت تشریف لے آئے- آپ کے لب ہائے مُبارک اُس وقت ہل رہے تھے اور آپ کوئی دعا پڑھ رہے تھے- کسی قسم کا خوف و ہراس آپ کے چہرہ سے ظاہر نہ ہوتا تھا- وہ ترکی غلام تلواریں کھینچے اپنے مقام پر کھڑے رہے اور کسی کو حضرت پر وار کرنے کی جرأت نہ ہوئی جب آپ متوکل کے قریب پہنچ گئے تو باوجود غیظ و غضب کے وہ آپ کو دیکھتے ہی استقبال کے لئے کھڑا ہو گیا اور اپنے پہلو میں بٹھا کر بڑی عاجزی سے

کہنے لگا۔ اے میرے سید و مولا! اے میرے ابن عم! آپ نے اس وقت کیوں تکلیف فرمائی؟ حضرت نے فرمایا سبحان اللہ تمھارا چوبدار تمھارا نام لیکر بلا لایا ہے اور تم کو معلوم بھی نہیں۔ اس نے کہا اس ولد الزنا نے مجھ پر افترا کیا ہے میں نے آپ کو ہرگز یہاں آنے کی زحمت نہیں دی۔ اتنا کہہ کر اس نے اپنے خاص عزیزوں کو اپنے درباریوں کو حکم دیا کہ حضرت کو دولتسرا تک پہنچا آئیں۔ جب آپ دولتسرا کی طرف واپس ہوئے تو دروازہ پر وہ چاروں ترکی غلام اپنے ہاتھوں سے تلواریں پھینک کر حضرت کے قدموں پر گر پڑے۔

حضرت کے تشریف لے جانے کے بعد متوکل نے ان چاروں غلاموں کو بلایا اور ان سے قتل نہ کرنے کا سبب پوچھا وہ کہنے لگے جس وقت حضرت محل شاہی میں داخل ہوئے۔ ہم نے دیکھا کہ ایک شخص ننگی تلوار لئے حضرت کے ساتھ ساتھ چلا آتا ہے اور ہم سے کہتا ہے کہ اگر تم لوگوں نے کوئی ایذا پہنچائی تو میں تمھارے سر ابھی اس تلوار سے قلم کر ڈالوں گا۔ یہ دیکھ کر ہم ان کے قتل کی جرأت نہ کر سکے متوکل نے کہا بعینہ یہی واقعہ میرے ساتھ پیش آیا۔

تم نے اس سلسلہ کی پچھلی کتابوں میں دیگر ائمہ کے متعلق بھی ایسے واقعات پڑھے ہوں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ جن کی خدا حفاظت کرتا ہے۔ ان کو کون ہلاک کر سکتا ہے۔ خاصانِ خدا سے اس قسم کے معجزات کا ظاہر ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں۔ خدائی قوت ہمیشہ ان کے ساتھ رہتی ہے

۱۲- امام علیہ السّلام کو درندوں کے سامنے لایا گیا

متوکل نے اپنے قصر کے سامنے والے میدان میں بہت سے خونخوار درندے مثلاً شیر۔ چیتے۔ تیندوے اور ریچھ وغیرہ پال رکھے تھے اور اس میدان کے چاروں طرف بہت اونچی چار دیواری تھی اور درندوں کے رہنے کے لئے کوٹھریاں اور پنجرے بنے ہوئے تھے۔ اسی میدان سے ملحق شاہی عمارتیں اس غرض سے بنائی گئی تھیں کہ خلیفہ وہاں سے وقتاً فوقتاً ان درندوں کے شکار کا تماشہ دیکھے۔ اس میدان کو برکتہ السباع (درندوں کے رہنے کی جگہ) کہتے تھے۔ جب متوکل کسی مجرم پر حد سے زیادہ ناراض ہوتا تھا تو اس بیچارہ کو اسی احاطہ کے اندر زبردستی ڈھکیل دیا جاتا تھا۔ جانوران صحرائی اُسے دیکھتے ہی ہر طرف سے ٹوٹ پڑتے تھے اور دم بھر میں تکا بوٹی کر ڈالتے تھے۔ سخت دل متوکل نے امام علی نقیؑ علیہ السّلام کے لئے بھی اس احاطہ میں داخل کر دینا تجویز کیا۔ خود تو تماشہ دیکھنے کے لئے مکان کی چھت پر جا بیٹھا اور اپنے غلاموں سے کہہ گیا کہ جس وقت امام علیہ السّلام آئیں تم ان کو جبراً اس احاطہ میں داخل کر کے دروازہ بند کر لینا۔ چنانچہ جب حضرت تشریف لائے تو ملازمان شاہی نے ایسا ہی کیا۔ حضرت بے دھڑک اندر داخل ہو گئے۔ جب آپ صحن کے بیچ میں پہنچے تو سب درندے آپ کے پاس آکر جمع ہو گئے۔ اور دُم ہلا ہلا کر آپ کے قدموں پر لوٹنے لگے آپ بھی شفقت سے اپنا ہاتھ ان کے سر اور پشت پر پھیرتے جاتے تھے اس کے بعد آپ نے وہیں باطمینان تمام اپنا سجادہ بچھا کر نماز پڑھی وہ سب درندے آپ کے گرد حلقہ باندھے آپ کی شان عبادت کو دیکھتے رہے۔ یہ صورت دیکھتے ہی

متوکل کے حواس جاتے رہے۔ سخت ندامت کا سامنا تھا۔ حضرت کے روحانی اقتدار پر رہ رہ کر تعجب کرتا تھا۔

اس واقعہ کے بعد متوکل کو حضرت کی روحانی عظمت پر ایمان لا کر آپ کی آیندہ ایذا رسانی سے باز رہنا چاہیئے تھا مگر ازلی شقاوت اس کو گھیرے ہوئے تھی پھر وہ اپنے ظالمانہ کرتوتوں سے کیسے باز آتا۔

۱۳۔ زینب کذابہ کا واقعہ

صواعق محرقہ میں لکھا ہے کہ متوکل کے سامنے ایک عورت زینب نامے نے اپنے سیدانی ہونے کا دعویٰ کیا۔ متوکل نے حکم دیا کہ اس کے متعلق تحقیق کی جائے۔ لوگوں نے کہا۔ حضرت امام علی نقی علیہ السّلام کو بلا کر دریافت کیا جائے۔ چنانچہ متوکل نے حضرت کو بلایا اور اپنے پہلو میں تخت شاہی پر جگہ دی پھر زینب کے معاملہ کو آپ کے سامنے پیش کیا حضرت نے فرمایا کہ خدائے تعالیٰ نے اولاد امام حسین علیہ السّلام کا خون خونخوار جانوروں پر حرام فرمایا ہے۔ لہٰذا تم بغرض امتحان اس کو درندوں کے سامنے چھوڑ دو یہ تجویز سنتے ہی وہ عورت خوف سے تھر تھر کانپنے لگی۔ اور فوراً اپنے جھوٹے ہونے کا اقرار کر لیا۔ لوگوں نے متوکل سے کہا۔ اس بارہ میں امام علی نقی علیہ السّلام کا بھی تو امتحان کرنا چاہیئے۔ متوکل اس بات پر تیار ہو گیا اور اس نے تین خونخوار درندے ایک مکان کے اندر چھوڑ کر امام علیہ السّلام کو اس میں داخل کر دیا اور خود چھت پر چڑھ کر تماشہ دیکھنے لگا جب آپ اس مکان کے اندر پہنچے تو وہ درندے آپ کے گرد پھرنے لگے۔ آپ اپنی آستین ان پر ملتے جاتے تھے۔ اس کے بعد وہ گھٹنے ٹیک کر

آپ کے سامنے بیٹھ گئے۔

متوکل یہ دیکھکر حیرت میں رہ گیا۔ اور امام علیہ السلام کے اس قول کی تصدیق کی کہ اولاد امام حسین علیہ السلام کا گوشت اور خون درندوں پر حرام ہے۔ اس نے امام علیہ السلام کی خدمت میں گراں بہا صلہ بھیجا اور اپنی جسارت کی معافی مانگی۔

۱۴۔ متوکل کے زخم کا علاج

باوجودیکہ متوکل امام علی نقی علیہ السلام کا جانی دشمن بنا ہوا تھا۔ لیکن حضرت بحیثیت امام خلق ہونے کے اپنے فیوض و برکات کو اس نہ روکتے تھے چنانچہ ایسے ایسے سخت مظالم کرنے کے بعد متوکل کے جوڑ میں ایک بہت بڑا دنبل نکل آیا اور وہ اُٹھنے بیٹھنے سے مجبور ہو گیا تو شاہی اطباء نے اس کو نشتر سے چیرنا چاہا۔ لیکن وہ طبیعت کا ایسا بودا تھا کہ کسی طرح آپریشن پر راضی نہ ہوا۔ جب طبیبوں نے یہ حال دیکھا تو دوا کے ذریعہ سے اس کو پھوڑنا چاہا۔ لیکن کسی دوا نے کوئی اثر نہ کیا اور پھوٹنا تو درکنار وہ رساتک بھی نہیں۔ تکلیف روز بروز بڑھتی جاتی تھی اور متوکل مُرغ بسمل کی طرح تڑپتا تھا۔ جب ہر قسم کے علاج کر لئے گئے تو متوکل کی ماں نے خفیہ طور پر امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں کسی کو بھیجکر سارے حالات سے مطلع کیا آپ نے فرمایا بکری کی مینگنیاں گلاب میں حل کر کے پھوڑے پر باندھ دو۔ اس آدمی نے متوکل کی ماں سے یہ نسخہ بیان کیا اس نے متوکل کے پاس کہلا۔ نسخہ کو معمولی سا سمجھ کر تمام دربار کے لوگ ہنس پڑے۔ فتح ابن خاقان نے کہا۔ ہنسنے کی کوئی بات نہیں

خدا نے ہر چیز میں ایک خاص اثر دیا ہے۔ وہ امام ہیں انھوں نے جو تجویز فرمایا ہے میرے یقین میں تو وہ نفع سے خالی نہیں۔ اگر بالفرض اس سے کوئی فائدہ نہ ہوا تو نقصان کی بھی کوئی صورت نہ ہوگی غرضکہ فتح کے اصرار سے وہ ضماد پھوڑے پر لگایا گیا۔ خدا کی شان دیکھو چند ہی گھنٹے کے اندر وہ دنبل پھوٹ گیا اور متوکل کی تمام تکلیف دور ہو گئی۔ پندرہ روز کی تکلیف کے بعد وہ رات کو چین کی نیند سویا۔ پھر اسی ضماد کے متواتر استعمال سے دو تین ہی دن کے اندر وہ تمام زخم اچھا ہو گیا۔ متوکل کی ماں نے اس خوشی میں دس ہزار دینار کی ایک سربمہر تھیلی بطور تحفہ آپ کی خدمت میں بھیجی آپ نے مصلحت وقت پر نظر رکھتے ہوئے اس کو رکھ لیا۔

۱۵- امام علیہ السّلام کے گھر کی تلاشی

انسانیت کا تقاضا تو یہ تھا کہ متوکل اس کے بعد کبھی حضرت کی ایذا رسانی کا خیال بھی دل میں نہ لاتا مگر وہ ایسا بھلا آدمی کہاں تھا اس کی نو رگ رگ میں شقاوت خون کی طرح دوڑی ہوئی تھی چند ہی روز کا عرصہ گزرا تھا کہ کسی بدبخت نے یہ خبر اس کے کان میں ڈالی۔ کہ امام علیہ السّلام عنقریب بغاوت کرنے والے ہیں۔ سامان جنگ مہیا کیا جا رہا ہے۔ اطراف و جوانب سے لوگ بلائے جا رہے ہیں۔ اس کا سننا تھا کہ متوکل کے غصّہ کی کوئی انتہا نہ رہی۔ سعید کو بلا کر حکم دیا کہ آج رات کو فوج کا ایک دستہ اپنے ساتھ لے جا کر بے اجازت امام علی نقی ع کے گھر میں گھس جاؤ اور جو کچھ ان کے گھر میں موجود ہو میرے سامنے لا کر حاضر کرو۔

سعید کہتا ہے میں اس حکم کو سن کر تین سپاہیوں کے ساتھ رات کے وقت آپ کے مکان پر گیا اور مکان کی پشت پر سیڑھی لگا کر چھت کے اوپر جا پہنچا لیکن تاریکی شب کے باعث نیچے تک پہنچنے کا کوئی راستہ معلوم نہ ہوتا تھا۔ ابھی میں اسی فکر میں تھا کہ حضرت نے نیچے سے مجھے پکار کر فرمایا اے سعید! رات کا وقت ہے جلدی نہ کرو میں شمع بھیجے دیتا ہوں۔ تب نیچے اترنے کا قصد کیجیو۔ چنانچہ خادم فوراً شمع لے کر آموجود ہوا میں اپنے تمام ساتھیوں کو لے کر باطمینان تمام نیچے اتر آیا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت ایک کمبل کا جبہ پہنے اور بورئے پر مصلے بچھائے قبلہ رو بیٹھے ہوئے ہیں۔ آگے رحل پر قرآن مجید رکھا ہوا ہے۔ جب میں آپ کے قریب پہونچا تو نہایت نرمی اور شگفتہ روئی سے فرمایا میں نے بخوشی اجازت دی کہ تم میرے مکان کا گوشہ گوشہ تلاش کر لو۔ اور جہاں جو چیز ملے میرے بغیر پوچھے لے جاؤ۔ میں نے چند منٹ کے اندر سارے گھر کی تلاشی لے لی وہاں سوائے اس روپیہ کی تھیلی کے جو متوکل کی ماں نے بھیجی اور جس پر ابھی تک بدستور مہر لگی ہوئی تھی اور کچھ بھی نہ تھا جب میں پشیمان سا ہو کر پھر اسی حجرے میں آیا جہاں حضرت تشریف فرما تھے تو آپ نے فرمایا۔ کہو سعید میرے گھر میں سے کیا کیا ملا۔ میں نے کہا کچھ بھی نہیں سوائے اس کیسہ کے جو خلیفہ کی ماں نے مہر لگا کر بھیجا تھا۔ فرمایا۔ تم اسے بھی لے جاؤ۔ میں نے ابھی تک یہ بھی نہیں دیکھا کہ اس کے اندر کیا ہے۔ میں نے کہا اس کے لے جانے کی ضرورت نہیں۔ فرمایا خلیفہ کے حکم کے مطابق جو چیز تمھیں میرے گھر میں نظر آئے اس کو ضرور اپنے ساتھ لے جانا چاہیے۔ ہاں خوب یاد آیا۔ تم نے ابھی یہ حجرہ تو دیکھا

بھالا ہی نہیں جہاں میں بیٹھا ہوا ہوں۔ اسے بھی اچھی طرح دیکھ لو یہ فرما کر آپ اپنے بوریئے پر سے اٹھ گئے اور اس کو الٹ کر فرمایا دیکھو اس کے نیچے بھی کوئی چیز نہیں ہے۔ تم اپنی تحقیق و تلاش کو مکمل کر کے یہاں سے جانا تا کہ متوکل اور اس کے خوشامدی مصاحبوں کو میری طرف سے پورا اطمینان حاصل ہو جائے۔ اس حجرہ میں ایک برسوں کی زنگ آلود تلوار بھی پڑی تھی آپ نے وہ بھی اٹھا کر اسے دیدی اور فرمایا اسے بھی اس تھیلی کے ساتھ لیتے جاؤ۔ بس انھیں دو چیزوں کو میرے گھر کی کل کائنات سمجھو۔ یہی وہ تمام سامان ہے جس پر میرے متعلق بغاوت کا گمان کیا گیا ہے۔ اس کے بعد آپ نے سعید کو رخصت کر دیا۔

تم نے دیکھا کہ ہمارے دسویں امام کیسی فقیرانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ انھیں دنیا کے ساز و سامان اور عیش و راحت کے اسباب سے کوئی تعلق ہی نہ تھا۔ دیکھو اشرفیوں کی تھیلی جو خلیفہ کی ماں نے بھیجی تھی بدستور مہر لگی ہوئی رکھی رہی۔ حضرت نے آنکھ اٹھا کر بھی اس کی طرف نہ دیکھا۔ کوئی دوسرا ہوتا تو اسے فوراً کھول کر اپنے صرف میں لانا شروع کر دیتا۔ افسوس صد افسوس دنیا کے بندوں اور مال و دولت کے پجاریوں نے ایسی برگزیدہ ہستیوں کی ذرا قدر نہ کی اور اپنی خباثت سے ایسا ستایا کہ معمولی آدمیوں کو بھی اس طرح نہیں ستایا جاتا۔

۱۶۔ متوکل کے دربار میں امام علیہ السلام کی طلبی

سعید نے واپس جا کر جب سارا واقعہ متوکل سے بیان کیا تو وہ اپنی اس حرکت پر سخت نادم ہوا مگر یہ ندامت بھی حماقت و ایذا رسانی سے

خالی نہ تھی اسی وقت محض بے ضرورت حضرت کو اپنے دربار میں بلا بھیجا صبح کا وقت تھا تمام امراء اور ارکان سلطنت اپنی اپنی جگہ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ناچ رنگ کی صحبت ہو رہی تھی۔ شراب کا دور چل رہا تھا۔ ایسی ناپاک اور خلاف تہذیب صحبت میں فرزند رسول کو بلوایا گیا۔ حضرت نے اپنی طرف سے کوئی موقع ایسا نہ دیا جس سے آپ کی سرکشی یا نافرمانی کا پتہ چلتا اور وہ ظالم اسی کو بہانہ قرار دے کر آپ کو قتل کرا دیتا۔ جیسے ہی متوکل کا سپاہی آپ کی خدمت میں طلبی کا پیغام لے کر پہنچا آپ بے تامل اس کے ساتھ ہو لئے آپ کے تشریف لاتے ہی سارے دربار کی حالت بدل گئی۔ روحانی اقتدار نے تمام درباریوں کے دل پر ایسا گہرا اثر ڈالا کہ وہ سب اپنے اپنے مقام پر تعظیم کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور تسلیم کے لئے سروں کو خم کر دیا۔ آپ جواب سلام دیتے ہوئے تخت شاہی کے قریب جا پہنچے۔ متوکل نے ہر چند چاہا کہ اپنی شاہی شان کو قائم رکھے لیکن کسی غیبی قوت نے اس کو ایسا دبایا کہ بغیر اپنے مقام سے اٹھے نہ رہ سکا۔ حضرت کی تعظیم بجا لا کر اپنے برابر تخت پر جگہ دی۔ اس کی بدتمیزی دیکھو کہ حضرت کی طرف ایک ساغر شراب بڑھا کر کہنے لگا۔ اس کو پیجئے۔ آپ نے فرمایا۔ استغفر اللہ ربی واتوب الیہ میں نے آج تک اس حرام شے کو کبھی استعمال نہیں کیا اور نہ میرے آبا و اجداد نے کبھی اس کو منہ لگایا یہ سنکر اس شقی ازلی نے کہا اچھا اگر آپ اس کو نہیں پیتے تو کچھ گانا ہی سنائیے فرمایا لاحول ولا قوۃ تمہارا خیال کہاں ہے۔ مجھ سے اور گانے سے کیا تعلق۔ اس نے کہا اچھا تو کچھ شعر ہی پڑھئے۔ فرمایا قسم خدا کی میں شعر بھی نہیں کہتا۔ اب اس بد بخت کو کچھ غصہ سا آیا اور کہنے لگا آپ کو اشعار ضرور پڑھنے ہوں گے اگر آپ کے نہیں تو کسی اور

ہی کے سہی لیکن کچھ پڑھئے ضرور۔ جب زیادہ اصرار ہوا تو حضرت نے امیر المومنین علیہ السلام کے چند اشعار خوش الحانی کے ساتھ پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے۔

آج اُن بادشاہوں کے قیمتی لباس اور جڑاؤ تاج کہاں گئے آج اُن لوگوں کے چہروں کی رونق کہاں گئی جو ہمیشہ ریشمی پردوں کے اندر بیٹھے رہتے تھے۔ قضا وقدر نے ان کو تخت پر سے کھینچ کر فرش زمین پر لٹا دیا۔ ان کی تمام دولت اور عیش انکی تمام راحت ولذت رنج وغم سے بدل گئی۔ اگرچہ ان کا محل و مقام برائے نام اب بھی بتلایا جاتا ہے مگر اس میں ان کو آنے جانے کی مطلق اجازت نہیں۔ (لسان الواعظین)

ان اشعار نے متوکل کے دربار میں وہ اثر پیدا کیا کہ سب لوگ زار زار رونے لگے۔ خود متوکل پر بھی اتنا اثر ہوا کہ ڈھاڑیں مار مار کر دیر تک روتا رہا جب رو چکا تو اس نے باعزاز تمام حضرت کو واپس جانے کی اجازت دی۔

۱۷۔ متوکل کے زمانہ میں شیعوں کی حالت

متوکل کے زمانہ میں شیعوں کی وہ خراب حالت تھی کہ بیان میں نہیں آسکتی۔ اپنے کو شیعہ کہنے کا تو کیا ذکر کوئی اپنا صحیح نام بھی نہ بتا سکتا تھا کیونکہ نام میں علی یا حسن وحسین کا ہونا ہی ان کے قتل کے لئے کافی تھا۔ ان بے چاروں کی کس مپرسی کی یہ حالت تھی کہ نہ ان کو سلطنت کے کسی صیغہ میں نوکری ملتی تھی نہ عام نادار مسلمانوں کی طرح اس گروہ کے محتاجوں کے لئے کوئی وظیفہ یا روزینہ مقرر تھا۔ حکومت کی طرف سے نہ شیعوں کو زراعت

کرنے کی اجازت تھی نہ تجارت کرنے کی۔ کسب معاش کے تمام راستے ان پر بند کر دیئے گئے تھے جس پریشانی اور تنگ دستی میں وہ اپنی زندگی بسر کرتے تھے ہم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ جب اس قسم کے مظالم ان بیچاروں پر متواتر ہوتے ہی رہے تو شریفوں کے سیکڑوں قبیلے مجبوراً وہاں سے رہائش ترک کر کے دور دراز ملکوں میں جا بسے۔ لیکن جو بیچارے مجبور و ناچار تھے اور سفر کرنے کی قدرت نہ رکھتے تھے وہ خود تو ان مظالم کو برداشت کرنے کے لئے رہ گئے مگر اپنے متعلقین میں سے جس جس کو ممکن ہو سکا اپنے عزیزوں کے ساتھ باہر بھیج دیا۔

شیعوں پر یہ مصیبتیں کئی برس متواتر معتصم کے زمانہ سے لے کر معتمد کے زمانہ تک قائم رہیں۔ اس زمانہ میں ان کی حالتیں روز بروز بدتر ہوتی جاتی تھیں۔ متوکل کا زمانہ سب سے زیادہ خراب زمانہ تھا۔ اس منحوس دور میں ان کے ساتھ وہ سلوک کیا جاتا تھا جو کفار و مشرکین کے ساتھ اس زمانہ میں ہوتا تھا۔ گویا ان کو کافر سمجھ لیا گیا تھا۔ بلکہ کفار پر تو شاید کسی وقت رحم آ بھی جاتا ہو لیکن شیعوں پر رحم کھانے کی تو کوئی صورت ہی نہ تھی۔ صرف یہی نہیں کہ ان کو طرح طرح کی تکلیفیں ہی پہنچائی گئی ہوں بلکہ ان کو جان سے بھی مار دیا گیا۔ ان کے مال و دولت کو بھی لوٹا گیا ان کے مکانات بھی ڈھائے گئے ان کی جاگیریں بھی ضبط کر لی گئیں۔ متوکل کے زمانہ میں جو شیعہ قتل کئے گئے۔ ان کی تعداد کئی لاکھ تک پہنچتی ہے۔ اگر کسی شخص پر شیعہ ہونے کا دھوکا بھی ہوتا تھا تو اس کو بغیر قتل کئے نہ چھوڑا جاتا تھا شیعوں کی بستیوں کی بستیاں اس ظالم نے تہس نہس کرا دیں۔

۸۔ نجف اشرف اور کربلائے معلیٰ کی زیارت کی ممانعت اور بربادی کا حکم

یوں تو عباسی خاندان کا ہر ایک بادشاہ خاندان رسول کا پکا دشمن تھا لیکن متوکل کا نمبر ان سب سے بڑھا ہوا تھا۔ اوروں نے تو زندوں ہی پر ظلم کیا تھا لیکن اس شقی نے ان کی قبروں تک سے اپنی عداوت نکالی چنانچہ ۲۳۷ھ میں اس نے اپنا یہ حکم جا بجا اسلامی شہروں میں بھیجا کہ کوئی شخص اس حکم کے خلاف کرے گا تو اس کا خون مباح سمجھا جائے۔ اس نے اسی پر بس نہیں کی بلکہ قاسم ابن احمد اسدی کو حکم دیا کہ نجف اشرف اور کربلائے معلیٰ کی موجودہ عمارتوں کو بالکل مسمار کر دے اور قبروں کو اس طرح کھدوائے کہ کسی طرح کا کوئی نشان باقی ہی نہ رہے۔ آس پاس کی زمین پر ہل چلوا کر وہاں کھیتی کرا دی جائے۔ اس نے دس ہزار فوج قاسم کے ساتھ روانہ کی اور بتاکید کہدیا کہ جتنے شیعہ زائر وہاں ہوں سب کو وہاں سے نکال دیا جائے اور ایسا بندوبست کیا جائے کہ پھر کسی قوم یا قبیلہ کے لوگ ان مقامات کی زیارت کا قصد ہی نہ کریں۔ جو لوگ اس حکم کو نہ مانیں ان کو ایسی سخت سزا دی جائے کہ پھر کسی کو وہاں آنے کی جراءت ہی نہ ہو شیعوں کی آمد و رفت کی تمام راہیں مسدود کر دی جائیں۔

یہ بدبخت امیر اپنی فوج کے ساتھ کوفہ کی راہ سے پہلے کربلائے معلیٰ میں داخل ہوا۔ اس وقت تک یہاں کوئی خاص قسم کی عمارت نہ تھی۔ قبر مبارک کے چاروں طرف ایک کچی چار دیواری تھی اور زائرین کے

قیام کے لئے چھوٹے چھوٹے چند حجرے بنا دیئے گئے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ شیعہ بیچارے حد درجہ نادار تھے لہٰذا اس سے زیادہ عمارت وہ اپنے مظلوم امام کے مرقد منور پر نہ بنا سکے۔

الغرض جب متوکل کی فوج کربلا میں داخل ہوئی تو وہاں مومنین کی ایک بڑی جماعت موجود تھی۔ امیر فوج نے ان کو عمل زیارت سے باز رکھنا چاہا مگر وہ کسی طرح نہ مانے۔ ہر چند ان کو ڈرایا دھمکایا گیا۔ لیکن انھوں نے ذرا بھی پرواہ نہ کی اور اپنی عزیز جانوں پر کھیل گئے۔ اس واقعہ نے آس پاس کے تمام شیعوں میں ایک غیر معمولی جوش پیدا کر دیا اور سب مسلح ہو کر لڑنے کے لئے کربلا میں آموجود ہوئے۔ ان کی تعداد دس ہزار سے کم نہ تھی۔ انھوں نے متوکل کی فوج کے سرداروں سے صاف صاف کہدیا کہ اگر متوکل ہم میں سے ایک ایک کو پکڑ کر قتل بھی کر ڈالے گا تو ہمارے بعد ہماری اولاد اور ان کے بعد ان کی اولاد ہمیشہ زیارت بجالاتے رہیں گے اور کبھی اس عمل نیک سے باز نہ آئیں گے۔ ہم اور ہمارے اسلاف ہمیشہ اس قبر مطہر سے بڑے بڑے معجزات مشاہدہ کرتے چلے آرہے ہیں۔ اگر ہمارے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے بھی کر ڈالے جائیں۔ تب بھی ہم زیارت قبر امام حسین علیہ السلام کو چھوڑنے والے نہیں۔ یہ تقریر سنکر متوکل کی فوج کے ہوش اڑ گئے اور ان کی مستعدی دیکھ کر ایسے گھبرائے کہ اسی وقت کوفہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ وہاں سے متوکل کے پاس پہنچکر سارا ماجرا بیان کیا۔ وہ اس وقت میں چونکہ شہر سامرہ کی تعمیر میں مصروف تھا اور اس کے سوا اور کسی کام کی طرف متوجہ ہی نہ ہوتا تھا۔ لہٰذا چند سال کے لئے یہ بالکل خاموش ہو گیا۔

دس سال گزرنے کے بعد پھر پُرانے جنون نے اس کے سر میں جگہ پکڑی اور ۲۴۷ھ میں اس نے موسیٰ بن ہارون حاکم کوفہ کو جو دشمنی اہلبیت علیہم السّلام میں اپنا ثانی نہ رکھتا تھا اس کام کے لئے مقرر کیا۔ اس ملعون نے ایسے سخت بند وبست کئے کہ کچھ عرصہ کے لئے زائروں کی آمدورفت کم ہوگئی بہت سے شیعہ اس نے قتل کرا کے ان بستیوں کو ویران کر دیا۔ ان کے گھر بار لوٹ لئے لیکن اس پر بھی لوگوں کے جوش اور سچے عقیدے میں کوئی فرق نہ آیا۔ باوجود سخت سے سخت ممانعت کے اور جا بجا شیعہ آبادیوں پر پہرہ بیٹھ جانے کے بھی وہ اپنی جانوں پر کھیل کر اندھیری راتوں میں لباس بدل بدل کر اپنے گھروں سے نکل بھاگتے تھے اور قبر مبارک کی زیارت کر کے پھر واپس چلے جاتے تھے۔

سنہ ۲۵۰ھ میں متوکل نے پھر امام حسین علیہ السّلام کی قبر منور کے ساتھ بے ادبی کا قصد کیا۔ ہر چند اس کے بعض مصاحبوں نے روکنا چاہا۔ عراق کے باشندوں نے سیکڑوں درخواستیں بھیج کر اپنی ناراضی کا اظہار بھی کیا مگر متوکل کہاں ماننے والا تھا۔ اس نے موسیٰ ابن ہارون کو بلا کر حکم دیا کہ جس طرح ہو فوراً یہاں سے کربلا پہنچ کر قبر کو کھدوا کر پھینک دے۔ یہ خبر سن کر عراق والوں نے ہر چند موسیٰ کو سمجھایا مگر وہ بدبخت بھی نہ مانا اور حکم متوکل کی تعمیل پر پوری طرح آمادہ ہوگیا۔

یحییٰ بن عبد الحمید کا بیان ہے کہ موسیٰ کے زمانہ حکومت میں ایک بار میں ابو بکر عیاش رئیس کوفہ سے ملا۔ وہ اس وقت گھوڑے پر سوار تھے مجھے دیکھ کر کہنے لگے آؤ ذرا موسیٰ تک چلیں۔ تم بھی اس گفتگو کو سننا جو میرے اور اس کے درمیان ہو۔ میں ساتھ ہولیا۔ جیسے ہم وہاں

پہنچے اور موسیٰ نے ابوبکر کو آتا دیکھا تو بڑے تپاک سے ملا اور مسند پر اپنے برابر بٹھالیا اور پوچھنے لگا اس وقت کیسے آنا ہوا۔ ابوبکر نے کہا۔ میں اس غرض سے آیا ہوں کہ تم نے جو امام حسین علیہ السّلام کی قبر مطہر کو کھدوانے کے لئے کربلا میں کچھ لوگوں کو بھیجا ہے تو میں اس بارہ میں تم سے کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ وہ دشمن اہلبیت غضبناک ہو کر کہنے لگا۔ تم کو ان باتوں سے کیا غرض ابوبکر نے کہا۔ سنو میں نے خواب میں دیکھا کہ میں اپنی قوم بنی عامر کی طرف جارہا ہوں۔ جب کوفہ کے پُل پر پہنچا تو دس سور مجھ پر دوڑے لیکن خدا نے عین خطرہ کے موقع پر میری اس طرح مدد فرمائی کہ بنی اسد کا ایک شخص وہاں آگیا اور اُن موذیوں کو میرے پاس سے ہٹادیا۔ میں پھر آگے بڑھا جب مقام شاہی میں پہنچا تو یکایک راہ بھول گیا۔ سخت پریشان تھا کہ اتنے میں ایک بڑھیا وہاں آئی اور مجھ سے پوچھنے لگی تم کہاں جارہے ہو میں نے کہا غاضریہ کی طرف۔ اس نے کہا یہ سامنے جو راستہ جنگل میں جاتا ہے اسی پر چلے جاؤ۔ میں اسی راستہ پر ہولیا۔ جب مقام نینوا میں پہنچا تو وہاں ایک بوڑھے آدمی کو بیٹھے دیکھا۔ میں نے اس سے پوچھا تم کہاں کے رہنے والے ہو۔ اس نے کہا اسی گاؤں کا باشندہ ہوں میں نے پوچھا تمھاری عمر کتنی ہے۔ اس نے کہا مجھے اپنی عمر کا ٹھیک حساب تو معلوم نہیں مگر ہاں مجھے یاد آتا ہے کہ اسی جنگل میں دریائے فرات کا پانی امام حسین علیہ السّلام اور ان کے انصار پر بند کیا گیا تھا اس نے کہا ہاں میں نے تمام واقعہ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور مجھے بڑا افسوس ہے کہ اس عظیم الشان واقعہ کے بعد تم لوگ ایسے کام کرتے ہو جس سے تمام دنیا کی آنکھیں اشکبار ہوں میں نے تعجب سے

پوچھا وہ کون سے کام ہیں۔ اس نے کہا یہی جو تمھارے شہر کوفہ کے حاکم نے حکم دیا ہے کہ فرزند رسول کی قبر کو کھود ڈالا جائے اور اس کے چاروں طرف ہل چلا کر کھیتی کرا دی جائے۔ میں نے کہا قبر مطہر کہاں ہے؟ اس نے کہا اسی مقام پر جہاں تم کھڑے ہو۔ لیکن تم کیسے پہچان سکتے ہو نشان قبر تو بالکل مٹا دیا گیا ہے۔ ابو بکر کا بیان ہے کہ اس سے قبل میں نے آپ کے مرقد انور کی کبھی زیارت نہیں کی تھی۔ اس لئے صحیح مقام پر قبر مبارک کو خود بھی نہ جانتا تھا میں نے اسی عالم خواب میں اس بڈھے سے پوچھا کہ آیا تم مجھے قبر مطہر کا نشان بتا سکتے ہو۔ اس نے کہا کیوں نہیں۔ یہ کہکر وہ میرے ساتھ چلا اور مجھے حائر مقدسہ کے قریب لا کر کھڑا کر دیا میں نے دیکھا کہ اس احاطہ میں صرف ایک ہی دروازہ ہے اور اس پر ایک ہی دربان کھڑا ہوا ہے۔ میں نے اس سے اپنا شوق زیارت ظاہر کر کے داخلہ کی اجازت چاہی۔ اس نے کہا اس وقت تم وہاں نہیں جا سکتے کیونکہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ زیارت کے لئے آئے ہوئے ہیں اور بہت سے ملائکہ ان کے ہمراہ ہیں۔ یہ دیکھ کر میری آنکھ کھل گئی اور اس خواب سے ایک خوف عظیم مجھ پر طاری ہوا مگر میں نے کسی سے اس واقعہ کو بیان نہ کیا۔

چند روز بعد مجھے قبیلہ غاضریہ کے ان لوگوں سے جو میرے قرضدار تھے اپنے روپئے وصول کرنے کی ضرورت ہوئی اور میں وہاں جانے پر آمادہ ہوا۔ اس وقت مجھے اس خواب کا خیال بھی نہ تھا۔ جب کوفہ کے پُل پر پہنچا تو یکایک دس ڈاکو مجھ پر ٹوٹ پڑے۔ اب مجھے اپنا خواب یاد آیا ان چوروں نے کہا جو مال تمھارے پاس ہے وہ یہاں رکھ دو اور چلے

جاؤ۔ میں نے کہا کیا تم مجھے پہچانتے نہیں۔ میں ابوبکر عیاش کوفہ کا رہنے والا ہوں۔ غاضریہ میں اپنا روپیہ وصول کرنے جا رہا ہوں۔ میں کوئی اجنبی آدمی نہیں۔ مجھے جانے دو۔ اسی اثنا میں بنی اسد کے ایک شخص نے للکار کر کہا ان کے سامنے سے ہٹ جاؤ بخدا یہ میرے آقا ہیں۔ یہ سن کر وہ ہٹ گئے۔ اب تو مجھے اپنے خواب کی صداقت پر بڑا تعجب ہوا کیونکہ وہ تو ہو بہو صحیح ہوتا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ میں نینوا کے میدان میں پہنچا اور وہاں ایک بوڑھے آدمی کو اسی شکل و صورت میں دیکھا جیسا خواب میں دیکھ چکا تھا۔ اب تو مجھے اور بھی تعجب ہوا میں نے اس بڈھے سے وہی سوالات کئے جو خواب میں کر چکا تھا اور اس نے بھی وہی جوابات دئے جو میں خواب میں سن چکا تھا۔ اس کے بعد وہ مجھے ایک مقام پر لے گئے اور کہا مرقد مبارک امام حسین علیہ السّلام یہی ہے۔ اب جو دیکھتا ہوں تو قبر مبارک کے چاروں طرف زراعت ہے۔ غرضکہ جو جو باتیں خواب میں دیکھی تھیں وہ سب ان آنکھوں سے دیکھنے میں آئیں۔

یہ کہکر ابوبکر عیاش نے امیر کوفہ سے کہا۔ اے موسیٰ یہ ہے وہ عجیب وغریب واقعہ جس کی وجہ سے میں مجبور ہوا ہوں کہ تجھ سے اس بارے میں گفتگو کروں۔ اے موسیٰ خدا سے ڈر۔ اور ایسا کام نہ کر کہ جس سے دنیا میں یکایک ہل چل مچ جائے۔ بخدا میں اس خواب کو ہر جگہ بیان کروں گا۔ اور کبھی حضرت امام حسین علیہ السّلام کی زیارت کو ترک نہ کروں گا کیونکہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور حضرت رسول خدا اور ملائکہ مقربین اس قبر مبارک کی زیارت کو تشریف لاتے ہیں۔ پس میری تجھ سے یہ درخواست ہے کہ لوگوں کو زیارت روکنے کا حکم منسوخ کر دیا جائے

بلکہ بجائے روکنے کے ان کو رغبت دلائی جائے۔

ابوبکر عیاش کا یہ کلام سن کر امیر کوفہ نے کہا میں اب تک اس لئے خاموش تھا کہ تمہارا احمقانہ کلام ختم ہو جائے تو کچھ کہوں دیکھو اگر تم نے کسی اور شخص سے یہ بات بیان کی تو میں تم کو بھی قتل کر ڈالوں گا۔ اور سننے والے کو بھی۔ یہ سنکر ابوبکر عیاش کو بھی غصہ آگیا انھوں نے کہا خدا میرا حافظ و نگہبان ہے تیری کیا طاقت کہ مجھے کوئی ضرر پہنچا سکے میں نے تجھے نصیحت کرنے کے لئے اس واقعہ کو بیان کیا ہے۔ اگر تیرے دل پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوا تو نہ ہو۔ یہ سنکر اس ملعون کا غصہ اور زیادہ بڑھا اور ابوبکر کو گالیاں دینی شروع کر دیں ابوبکر بھی بڑے ذی عزت آدمی تھے اپنی یہ توہین گوارا نہ کر سکے۔ جھڑک کر کہنے لگے۔ او شقی چپ رہ خدا تیری زبان قطع کرے اور تجکو دنیا و آخرت میں ذلیل کرے۔ یہ سنکر اس نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ ان کو قید کر لو۔

یحیٰی اس واقعہ کے راوی بیان کرتے ہیں کہ یہ حکم سنتے ہی اس کے سپاہیوں نے ہم دونوں کو گرفتار کر لیا اور وہاں سے گھسیٹتے ہوئے لے چلے۔ وہ ہمارے سروں کو در و دیوار سے ٹکرا دیتے تھے اور داڑھیوں کے بال نوچتے تھے۔ موسیٰ برابر للکار کر کہنے جاتا تھا کہ ان دونوں کو قتل کر ڈالو ابوبکر اس حالت میں بھی کہے جاتے تھے۔ او شقی! خدا تیری زبان قطع کرے اور بہت جلد تجھ سے اس ظلم کا بدلہ لے۔ خداوندا تو گواہ ہے کہ میں نے محض تیری اور تیرے رسول کی خوشنودی کے لئے ایسا کیا ہے۔

الغرض دونوں کو قید خانہ میں بند کر دیا گیا۔ بیچاروں کے بدن سے جا بجا خون جاری تھا۔ کچھ دیر بعد موسیٰ حاکم کوفہ نے پھر ان دونوں

اپنے سامنے بلایا اور ابوبکر سے کہنے لگا۔ اے احمق جاہل تو کیوں ایسے معاملات میں دخل دیتا ہے جس سے تجھے کوئی واسطہ نہیں اس کے بعد ان کو بُرا بھلا کہنے لگا ابوبکر نے کہا اے بدبخت تو مجھے اس معاملہ میں بے تعلق کیسے سمجھتا ہے۔ خدا سے ڈر اور ایسا کام نہ کر کہ روز قیامت تجھے خدا اور رسول کے سامنے شرمندہ ہونا پڑے۔ موسیٰ نے کہا خیر اس وقت تو میں تم دونوں کو چھوڑے دیتا ہوں لیکن اگر تم نے اس واقعہ کو کسی اور کے سامنے بیان کیا اور میں نے سُن پایا تو پھر بغیر قتل کئے نہ چھوڑوں گا۔ غرض اس کے بعد ہم دونوں وہاں سے اپنے اپنے گھروں کو واپس آگئے۔

تم نے دیکھا کہ امام حسین علیہ السلام کی کیسی عداوت ان لوگوں کے دل میں تھی باوجودیکہ ابوبکر عیاش اور موسیٰ کے درمیان پہلے سے دوستانہ تعلقات تھے۔ لیکن حسینؑ کی محبت کی بو پاتے ہی وہ سب خاک میں مل گئے اور اس ظالم نے بیچارے ابوبکر کے ساتھ وہ عمل کیا جو بڑے سخت مجرموں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

اس کے بعد موسیٰ نے اپنے نوکروں کی ایک بڑی جماعت کو کربلائے معلیٰ کی بربادی کے لئے خاص طور سے مامور کیا لیکن جوں ہی ان لوگوں نے اس بے ادبی کا قصد کیا کچھ ایسے معجزات دیکھنے میں آئے کہ وہ اپنے اس ارادہ کو پورا نہ کر سکے۔ ان کے واپس آنے پر موسیٰ کو سخت ندامت ہوئی اور کچھ مدت تک ایسا خاموش ہوا کہ متوکل کو بھی اس واقعہ کی اطلاع نہ دی متوکل بڑی بے چینی سے اس کی رپورٹ کا انتظار کر رہا تھا۔ جب بہت عرصہ گزر گیا تو اس نے دق ہو کر اپنے ایک

اور سپہ سالار کو جس کا نام ابراہیم دیزج تھا سامرہ سے کوفہ کی طرف بھیجا اور محمد بن عمار کو جو اس زمانہ میں کوفہ کا قاضی تھا یہ لکھ بھیجا کہ ابراہیم کے وہاں پہنچتے ہی تم کربلا کی بربادی کا کام شروع کرا دو اور ان لوگوں کے کام کی نگرانی کے ساتھ ان کو تاکید بھی کرتے رہو۔ یہ امر میری انتہائی خوشنودی کا باعث ہوگا۔ ابراہیم دیزج نے جب کربلا میں پہنچکر اپنا کام شروع کرنا چاہا تو وہاں امام علیہ السّلام کی قبر منوّر کا نشان ہی نہ ملا۔ اب برباد کرے تو کیا چیز کرے۔ مجبوراً کوفہ واپس آکر قاضی صاحب سے تمام حال بیان کیا۔ اس نے کہا قبر منور کے صحیح مقام پر خوب گہرا گڑھا کھود ڈالو۔ اس نے کہا میں یہ بھی کر چکا۔ قاضی نے کہا پھر مجبوری ہے میں یہی حال متوکل کو لکھے بھیجتا ہوں۔

ابراہیم نے سامرہ پہنچکر متوکل کو قاضی کا خط بھی پہنچا دیا اور زبانی بھی ساری کیفیت بیان کر دی۔ ایسی باتیں متوکل کے کان کو کہاں لگنے والی تھیں اس نے ابراہیم کو ڈانٹا اور کہا تم اُلٹے پاؤں کربلا واپس جاؤ۔ اگر تمھیں زمین کھودنے سے کوئی چیز وہاں نہیں ملتی تو کوئی مضائقہ نہیں۔ وہاں کی تمام زمین پر خوب ہل چلوا کر ہموار کرا دو اور مزید احتیاط کے لئے دریائے فرات کو کاٹ کر اس مقام پر پانی بہا دو اور اس میں تخم ریزی کرا دو کہ پھر کسی کو وہاں قبروں کے ہونے کا شبہ ہی باقی نہ رہے۔

ابراہیم پھر کربلا پہنچا۔ اس نے ہر چند زمین پر ہل چلانے اور اس کو مزرعہ بنانے کی کوشش کی مگر وہ کامیاب نہ ہو سکا۔ جب اِدھر اُدھر سے زمین جوت کر حضرت کی قبر اقدس کے قریب تک پہنچتے تھے تو یکایک بیل چلنے سے رُک جاتے تھے۔ کتنا ہی ان کو مارا پیٹا جاتا لیکن وہ ایک قدم بھی آگے کو نہ بڑھاتے۔

علامہ مجلسی علیہ الرحمہ جلاء العیون میں تحریر فرماتے ہیں کہ جب کربلائے معلیٰ کی بربادی کی کیفیت زید مجنون[1] کو معلوم ہوئی تو وہ بہت غمگین ہوئے اور اپنے وطن مصر سے باحال تباہ چل کھڑے ہوئے جب کوفہ پہنچے تو بہلول دانا سے ملاقات ہوئی۔ زید نے سلام میں سبقت کی۔ بہلول نے کہا تم نے مجھے کیونکر پہچان لیا۔ زید نے کہا سبحان اللہ آپ جانتے ہیں کہ روحوں کا تعلق عالم ارواح میں ہو چکا ہے۔ بہلول نے خوش ہو کر کہا سچ کہتے ہو اچھا اب یہ بتاؤ کہ تم کس ضرورت سے ترک وطن کر کے یہاں آئے ہو۔ انھوں نے سارا حال بیان کیا تو بہلول نے کہا میں بھی اسی فکر میں چلا ہوں۔ آؤ ہم تم دونوں مل کر اس امر میں کوشش کریں اور پہلے خود زیارت کربلائے معلیٰ سے مشرف ہوں۔ الغرض یہ دونوں صاحب روانہ ہوئے۔ جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ فرات کا پانی قبر مبارک سے کچھ دور چاروں طرف بھرا ہوا ہے لیکن حائر مقدس کے اندر ایک قطرہ نہیں جاتا۔ جب انہوں نے یہ حالت دیکھی تو شکر خدا بجا لائے اور زیارت سے مشرف ہو کر وہاں سے سامرہ میں متوکل سے سفارش کرنے کے لئے پہنچے۔ وہاں جاتے ہی سنا کہ متوکل آج ایک مرد مومن کو اس جرم میں کہ اس نے کربلا کے معجزات کا حال لوگوں سے بیان کیا تھا قتل کر ڈالا ہے۔ انھوں نے یہ سنتے ہی اس مومن کی قبر کا پتہ معلوم کیا اور تین روز تک وہاں بیٹھے قرآن پڑھتے رہے اسی اثنا میں ایک دن ان کے کان میں ایک طرف سے رونے کی آواز آئی۔ دیکھا تو بہت سے زن و مرد روتے پیٹتے ایک جنازہ لا رہے ہیں۔ پوچھنے سے معلوم ہوا کہ متوکل کی کنیز ریحانہ نامی آج مر گئی ہے۔ غرض اُن لوگوں نے اس کنیز کو دفن کیا اور اس کی قبر پر عطر چھڑ کے

[1] مصر کے ایک نہایت مومن خالص تھے انھوں نے مصلحتاً آپ کو مجنون بنا رکھا تھا۔

اور خوشبوئیں روشن کیں اور فوراً ایک عمارت بھی اس پر تعمیر ہونے لگی زید اور بہلول یہ دیکھ کر افسوس کے ساتھ کہنے لگے۔ کیا زمانہ کا انقلاب ہے ایک کنیز کی قبر پر تو شاندار مقبرہ بنایا جا رہا ہے اور فرزند رسول کی قبر پر ہل چلوائے جاتے ہیں۔ زید کا بیان ہے کہ مجھ سے ضبط نہ ہو سکا۔ بہت سے اشعار نظم کئے اور بڑی جرأت کے ساتھ متوکل کے پاس بھیج دئے۔ وہ ان اشعار کو دیکھ کر سخت برہم ہوا اور مجھ کو اور بہلول کو بلا کر قید کر دیا۔ چند روز بعد ہم کو سامنے بلا کر حال پوچھا ہم نے کہا ہم اس لئے حاضر ہوئے کہ زیارت قبر امام حسین علیہ السّلام کے متعلق جو امتناعی حکم جاری کیا ہے وہ واپس لے لیا جائے مگر وہ نہ مانا۔ البتہ ہم کو قید سے رہا کر دیا۔

جب متوکل نے ابراہیم سے یہ کام نکلتے نہ دیکھا تو اس نے اپنے ایک اور ملازم ہارون معری کو کربلا کی بربادی پر مامور کیا۔

ابو عبداللہ کاتب ہارون کا بیان ہے کہ میں عرصہ سے دیکھ رہا تھا کہ ہارون کے ہاتھ پاؤں اور منھ تو سیاہ ہے باقی سارا بدن گورا ہے علاوہ بریں اس کے منھ کے اندر چھالے تھے جن سے ہمیشہ خون اور پیپ جاری رہتا تھا۔ ایک دن میں نے اس سے سبب دریافت کیا۔ پہلے تو اس نے بہت ٹالا۔ پھر کہنے لگا کہ متوکل نے مجھے کربلائے معلیٰ کی بربادی کے لئے مقرر کیا تھا۔ جب میں نے وہاں جانے کا ارادہ کیا تو ایک رات کو خواب میں حضرت رسول خدا کو یہ فرماتے سنا۔ اے ہارون تم قبر حسینؑ پر نہ جانا اور جو کام تمہارے سپرد ہوا ہی خبردار اسے ہرگز نہ کرنا۔ صبح ہوئی تو شقاوت مجھ پر غالب ہوئی اور میں کربلا کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہاں پہنچکر متوکل کے حکم کی تعمیل شروع کی لیکن تمام کوشش بیکار گئی۔ جب رات ہوئی تو میں نے پھر حضرت رسول خدا کو یہ فرماتے

سنا۔ اے ہارون! میں نے تجھے منع کیا تھا لیکن تو نہ مانا۔ یہ کہہ کر ایک طمانچہ مارا اور میرے منہ پر تھوک دیا اسی کا یہ اثر ہے جو تم دیکھ رہے ہو۔

اسی کے ساتھ ابراہیم دیزج کی سرگزشت بھی سن لو۔ راوی کا بیان ہے کہ جب ابراہیم کو مرض الموت لاحق ہوا تو میں اس کے دیکھنے کو گیا۔ اس کی حالت بہت خراب تھی۔ میں نے پوچھا تمہارا یہ کیا حال ہے۔ اس نے کہا یہ سب اس گستاخی کی سزا ہے جو میں نے قبر امام حسین علیہ السلام کے ساتھ کی تھی۔ میں نے کہا ذرا اس کو تفصیل سے بیان کرو۔ اس نے کہا جب میں کربلا میں فوج لے کر پہنچا اور زمین کھدوانے کا کام شروع کیا تو میرے سپاہیوں نے آکر بیان کیا۔ کہ قبر امام حسین علیہ السلام کے پاس ایک ایسا گروہ موجود ہے جو ہمکو قبر کے نزدیک نہیں جانے دیتا اور ہمیں تیروں سے مارتا ہے۔ میں نے حکم دیا تم بھی ان پر تیر برساؤ۔ چنانچہ انھوں نے تیر چلائے لیکن عجیب واقعہ تھا کہ جو کوئی ادھر سے تیر پھینکتا تھا وہ الٹ کر اسی کے آلگتا تھا۔ یہ دیکھ کر میرے اوپر کچھ ایسا خوف طاری ہوا کہ ہوش و حواس جاتے رہے اور مجھکو تپ و لرزہ نے آگھیرا۔ بس اسی روز سے بیماری کی سخت سے سخت تکلیفیں جھیل رہا ہوں۔ راوی کہتا ہے چند روز بعد وہ اسی مرض میں مر گیا۔

پے در پے ناکامی کے بعد بھی متوکل ظالم کی توجہ اس طرف سے نہ ہٹی ہارون کی ناکامی کے بعد عمر ابن الفرج کو اس کام پر معین کیا۔ جب یہ شقی کربلا میں پہنچا اور بیلوں کو ہل میں جوت کر زمین کو کھودنا چاہا تو بیلوں نے ایک قدم بھی آگے بڑھنا گوارا نہ کیا۔ ہر چند مارا پیٹا مگر کچھ بھی اثر نہ ہوا آخرکار وہ بھی ناکام واپس آیا

موسیٰ ابن ہارون کو اپنے کرتوتوں کی یہ سزا ملی کہ اس کو خون کی قے

آنے لگی یہاں تک کہ دل، جگر اور پھیپھڑے وغیرہ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر حلق کے راستہ سے باہر آگئے۔ وہ اپنے اندر ہر وقت ایک قسم کا شعلہ محسوس کرتا تھا جس کو کسی چیز سے سکون نہ ہوتا تھا آخر اسی عالم میں یہ ملعون بھی دنیا سے رخصت ہوا۔ یہ تھیں وہ قدرتی سزائیں جو دشمنان اہلبیت کو جبراً اور قہراً بھگتنا پڑیں۔

(ماخوذ از النفی مصنفہ مولانا سید اولاد حیدر صاحب فوق بلگرامی)

۱۹۔ متوکل اور امام علی نقی علیہ السلام کی تذلیل

متوکل جس حد کا ظالم اور بیرحم انسان تھا اس کا پتہ گزشتہ واقعات سے اچھی طرح چلتا ہے۔ باوجودیکہ امام علی نقی علیہ السلام امور سلطنت سے بالکل الگ تھلگ رہتے تھے۔ لیکن متوکل اس پر بھی حضرت کی جان کا دشمن بنا ہوا تھا۔ حضرت کی خدمت میں شیعوں کا آنا جانا اس کو سخت ناگوار تھا۔ وہ اس بدگمانی میں پڑا ہوا تھا کہ امام علیہ السلام اپنے شیعوں کے ساتھ مجھ پر خروج کریں گے لوگ حضرت کے پاس مسائل دریافت کرنے آتے تھے وہ سمجھتا تھا بغاوت کے متعلق صلاح و مشورے کرتے ہیں۔ اسی خوف میں اس نے نہ صرف سامرہ میں بلکہ تمام اسلامی سلطنت میں یہ حکم بھیج دیا تھا کہ شیعیان علی کا کہیں اجتماع نہ ہونے پائے۔ نجف اشرف اور کربلائے معلیٰ کی زیارت کو ممنوع قرار دینا اور کربلائے معلیٰ کی بربادی کا حکم دینا بھی محض اسی وجہ سے تھا کہ یہاں شیعوں کا اجتماع نہ ہونے پائے۔ یہ مجنونانہ خیالات کسی وقت اس کے دماغ سے نکلتے ہی نہ تھے۔ ان ہی میں مجبور وہ رات دن حضرات بنی فاطمہ اور ان کے تابعین کی ایذا رسانی اور تذلیل و تحقیر کی تدبیریں سوچا کرتا تھا اس عباسی خاندان کے یزید نے امام علی نقی علیہ السلام ذلیل و رسوا

کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ بلکہ آپ کے ہلاک کرنے میں بھی ہر امکانی تدبیر سے کام لیتا رہا۔ چونکہ خدا آپ کی جان اور آبرو کا محافظ تھا اس لئے وہ شقی اپنی مخالفانہ تدبیروں میں کامیاب نہ ہو سکا بلکہ امام علیہ السّلام کے مقابل ہمیشہ اس کو ذلت ہی اٹھانا پڑی۔ اس کتاب کے آغاز سے ہم اس کی بدسلوکیوں اور ظالمانہ دستوں کو دکھلاتے چلے آرہے ہیں ان سے پورا ثبوت اس بات کا ملتا ہے کہ وہ امام علی نقی علیہ السّلام کے مال و جان و آبرو سب ہی کا دشمن تھا۔ ذیل میں ہم ایک ایسا واقعہ تحریر کرتے ہیں جس سے اس کی انتہائی کینہ پروری اور بدمزاجی کا اظہار ہوتا ہے۔

ایک بار اس نے حکم دیا کہ میری اور میرے وزیر فتح بن خاقان کی سواری کے ساتھ دار السلطنت کے تمام علما و فضلا اور امرا پاپیادہ چلیں اور ظالم نے یہ قیامت کی کہ امام علی نقی علیہ السّلام کو بھی ان ہی لوگوں میں شامل کر لیا اور آپ کو پاپیادہ ساتھ ساتھ چلنے کی تکلیف دی۔ حالانکہ حضرت کا شمار سرکاری علماء میں تھا نہ امراء میں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کا مقصود علما کو تشہیر کرنا تھا نہ امرا کو بلکہ محض امام علی نقی علیہ السّلام کا ستانا مقصود تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ میری سواری کے پیچھے حضرت کو دوڑتا ہوا دیکھ کر لوگ ان کی وقعت کو اپنے دل سے نکال دیں۔

امام علیہ السّلام کے صبر و تحمل کو دیکھو کہ آپ نے نہایت خموشی کے ساتھ اس حکم کو بھی قبول کر لیا۔ اس مجنون اور فرعون اسلام کا تخت رواں ٹھیک دوپہر کے وقت قصر شاہی سے ہوا خوری کے لئے اٹھایا گیا۔ گرمی کا موسم تھا اس قیامت کی تیز دھوپ تھی کہ زمین توے کی طرح جل رہی تھی۔ ہر شخص سر سے پیر تک پسینہ میں شرابور تھا مگر ظالم کا حکم تھا سب کے سب ہانپتے

کانپتے پیچھے پیچھے چلے ہی جاتے تھے۔ غریبوں کے پیروں میں چھالے پڑے ہوئے تھے۔ دھوپ سے سروں کے اندر بھیجے کھول رہے تھے۔ ان ہی سب کے ساتھ ہمارے امام علیہ السلام تھے۔ دوڑنے اور دھوپ میں چلنے سے تمام جسم مبارک پسینہ پسینہ ہو رہا تھا۔ کسی نے عرض کی آپ میں تیز چلنے کی طاقت کہاں ہے۔ آہستہ آہستہ چلے آیئے۔ فرمایا اس ظالم کی غرض اس حرکت سے محض میری ہی توہتک و ذلت ہے لیکن میں آگاہ کئے دیتا ہوں کہ خدائے تعالی کے نزدیک میری حرمت ناقہ صالح کی عظمت سے ہرگز کم نہیں۔

زراقہ جو اس واقعہ کا ناقل ہے بیان کرتا ہے کہ جب متوکل کو اس مجنونانہ عمل سے فراغت ہوئی تو میں نے اپنے گھر جاکر امام علی نقی علیہ السلام کا یہ قول اپنے لڑکوں کے معلم کے سامنے جو شیعہ تھا بیان کیا۔ اس نے کہا اگر حقیقت میں حضرت نے ایسا ہی فرمایا ہے تو تم کو اپنی حفاظت کرنی چاہیئے کیونکہ مجھے اس بات کا یقین ہے کہ متوکل تین روز سے زیادہ نہ بچے گا ناقہ صالح کے پے کرنے والے چونکہ تیسرے روز ہلاک ہو گئے تھے لہذا جب امام نے متوکل کو ناقہ صالح کے پے کرنے والوں سے تشبیہ دی ہے تو ضرور یہ تیسرے ہی روز مر جائے گا۔

زراقہ کا بیان ہے کہ مجھے معلم کا یہ کہنا برا معلوم ہوا کیونکہ اس زمانہ میں میرا تمام اقتدار متوکل ہی کی بدولت تھا۔ میں نے معلم کو بہت برا بھلا کہا اور اسی وقت اپنے گھر سے نکال دیا لیکن پھر خیال آیا کہ اگر معلم کا کہنا سچ ہوا تو میرے لئے بڑی خرابی کا باعث ہوگا۔ لہذا میں نے اپنے مال و دولت کا بند و بست اسی روز سے کرنا شروع کر دیا۔ جو کچھ زر نقد میرے پاس تھا دوسری جگہ منتقل کر دیا۔ جب اس طرف سے اطمینان حاصل ہوا تو

میں امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور معلم کا خیال آپ
کو سنایا۔ فرمایا معلم سچ کہتا ہے میں نے حقیقتہً اس روز متوکل پر نفرین کی ہے
اور خدا نے میری دعا کو قبول فرمالیا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ متوکل تین روز
کے اندر ہی مر گیا۔

۲۰۔ متوکل اور المنتصر کی مخالفت

متوکل نے اپنی ولی عہدی کا منصب اپنے دو بیٹوں المنتصر اور المعتز کو
یکے بعد دیگرے دیا تھا اور اپنے دو چھوٹے بیٹوں موید و معتمد کو یوں ہی چھوڑ دیا
تھا۔ لیکن خدائی انتظام دیکھو کہ منتصر اور معتز کی سلطنتیں دیرپا نہ ہوئیں اور
انکو چند روز سے زیادہ لطف حکومت اٹھانے کا موقع نہ ملا۔ بخلاف ان کے معتمد مدت
تک بادشاہت کرتا رہا حالانکہ بیدرد باپ نے اس کو حق سے محروم کر دیا تھا۔

لکھا ہے کہ ولیعہدی کے کچھ روز بعد ہی متوکل اپنے ولی عہد المنتصر سے
ناراض ہوا اور اس کی وجہ یہ ہوئی کہ متوکل نے ملک فارس کے کوہستانی شہروں
کا تمام محاصل اپنے وزیر فتح بن خاقان کو بخش دیا۔ منتصر کو باپ کی یہ فیاضی گراں
گزری اور متوکل کے سامنے اپنی اس ناخوشی کا اظہار کیا۔ متوکل کو بیٹے کی یہ
بات بُری معلوم ہوئی۔ اسی روز سے وہ اس کا جانی دشمن بن گیا اور آہستہ
آہستہ اس سے تمام ملکی اختیارات نکال لئے۔ اس جگہ دوسرے بیٹے المعتز
کو ولی عہد بنا کر اپنی نوازشیں کرنی شروع کر دیں۔ منتصر کو یہاں تک ذلیل کیا
گیا کہ سر دربار اس کے کوڑے لگوائے اور اس فکر میں رہنے لگا کہ موقع پا کر اسے
ہلاک کرا دے۔ چنانچہ اس نے اپنے مصاحبوں کو بلا کر یہ تاکید کی کہ منتصر کو بکثرت
شراب پینے کا عادی بناؤ تاکہ جلد کوئی ایسا مرض اسے لاحق ہو جائے کہ پھر اسمیں
کسی قسم کی دماغی صلاحیت باقی ہی نہ رہے۔ وہ منتصر کے متعلق صاف لفظوں میں

کہا کرتا تھا تو منتصر نہیں بلکہ منتظر ہے یعنی میری موت کا انتظار کرتا ہے۔

علامہ مجلسی نے جلاء العیون میں لکھا ہے کہ منتصر کو جس امر نے بہت جلد متوکل کا خاتمہ کر دینے پر آمادہ کیا وہ یہ تھا کہ ایک دن اس بدبخت نے جناب سیدہ صلوات اللہ علیہا کی شان میں کچھ ایسے نازیبا کلمات کہے جن کو ایک دیندار مسلمان سننا گوارا نہیں کر سکتا تھا۔ منتصر نے اس وقت تو سنکر چپ رہا لیکن بعد میں اس نے تمام علماء فضلاء سے اس بارہ میں استفتا کیا سب نے بالاتفاق یہ حکم دے دیا کہ ایسے شخص کا قتل واجب ہے۔ منتصر نے اس فتوے کو باحتیاط تمام اپنے پاس رکھ چھوڑا اور اسی روز رات کے وقت متوکل اور اس کے وزیر فتح ابن خاقان کو مار ڈالا۔

تاریخ ابو الفدا میں ہے کہ ایک مرتبہ متوکل نے اپنے لڑکوں کے معلم امام جاحظ عثمانی سے پوچھا کہ میرے لڑکوں پر حضرات حسنین علیہما السّلام کو کیونکر ترجیح دی جا سکتی ہے۔ جاحظ یہ مجنونانہ سوال سُن کر سناٹے میں آگیا اور تھوڑی دیر خاموشی کے بعد کہنے لگا۔ آپ کے لڑکے اُس شان و مرتبہ کے کسی مسلمان کی نظر میں ثابت نہیں ہو سکتے جو حسنین علیہما السلام کی شان تھی متوکل یہ جواب سن کر سخت غصہ ہوا اور امام حسن اور امام حسین علیہما السلام کی شان میں دیر تک ناسزا کلمات بکتا رہا۔

اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ متوکل کو تمام اولاد رسول سے دلی بغض اور قلبی عداوت تھی۔ وہ ان برگزیدہ ہستیوں کو محض معمولی آدمی سمجھتا تھا۔ خدا کی شان دیکھو اس کی اس بے ادبی اور گستاخی کی سزا خود اسی کے بیٹے کے ہاتھ سے دی گئی۔

۲۱- متوکل کا قتل

پہلے یہ ذکر کیا جا چکا ہے کہ جناب سیدہ کو برا کہنے کی بنا پر منتصر متوکل کے قتل کا درپے ہو گیا تھا۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ متوکل کے دربار میں تلوار کا ذکر آیا ایک شخص نے کہا بصرہ میں ایک شخص کے پاس ایسی اعلیٰ درجہ کی ہندی تلوار ہے جس کی مثل تمام دنیا میں ڈھونڈے نہ ملے گی۔ متوکل نے فوراً حاکم بصرہ کو خط لکھ کر اس تلوار کے مالک کو بلا بھیجا۔ جب وہ آیا اور تلوار کو پیش کیا تو متوکل کو بہت پسند آئی۔ پوچھا تم نے یہ کس قیمت میں خریدی ہے۔ اس نے کہا دس ہزار دینار کو۔ متوکل نے کہا ہم سے کیا قیمت لو گے۔ اس نے کہا میں یوں ہی بے قیمت بادشاہ کی نذر کرتا ہوں۔ متوکل تو بخیل اور سفلہ تھا ہی مفت راچہ گفت کہہ کر رکھ لی۔ اس روز سے یہ تلوار ہمیشہ اس کے پاس رہتی تھی سوتے وقت اس کو بستر کے نیچے رکھ لیتا تھا۔ اس کے بعد اس نے فتح ابن خاقان کو ایک وفادار غلام خریدنے کا حکم دیا۔ اس نے کہا حضور باغر رومی غلام کے ہوتے کسی اور غلام کی کیا ضرورت ہے جو اوصاف آپ چاہتے ہیں وہ سب اس میں موجود ہیں شاہی غلاموں میں کوئی ایک بھی اس کی ٹکر کا نہیں اور نہ ایسا ملنے کی اب امید ہے متوکل یہ سن کر بہت خوش ہوا اور اس کو حضوری کا خلعت دیکر وہ تلوار اس کی کمر سے بند ھوادی اور حکم دیا کہ جہاں کہیں میں بیٹھوں تو یہ تلوار لے کر میری پس پشت حاضر رہا کرے۔ منتصر نے موقع پا کر اسی باغر سے سازش کی اور بہت سے مال و زر کا لالچ دیا۔ باغر راضی ہو گیا۔ ایک شب کو فتح ابن خاقان اور متوکل خلوت گاہ میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ باغر نے موقع پا کر وہی تلوار متوکل کے پیٹ میں بھونک دی۔ فتح ابن خاقان وفاداری کے

جوش میں اس کی خون بھری لاش سے لپٹ گیا۔ منتصر کے آدمی تو ننگے کھڑے ہی تھے سب نے اندر داخل ہو کر فتح کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے اور بادشاہ اور وزیر دونوں کی لاشوں کو بورئیے میں لپیٹ کر ایک کونے میں کھڑا کر دیا اور جب تک منتصر کی خلافت کا اعلان نہ ہو گیا وہ لاشیں دفن نہ کی گئیں۔

۲۲۔ متوکل کے زمانہ میں عذاب الٰہی

متوکل بڑا ظالم و جابر حکمراں تھا اس کے زمانۂ سلطنت میں ایکدن رعایا کو چین سے زندگی بسر کرنا نصیب نہ ہوئی وہ اپنی رعایا کے ساتھ رعایت اور ہمدردی کرنا جانتا ہی نہ تھا۔ قدرت نے طرح طرح اس بدبخت کو اس کی بداعمالی پر متنبہ کیا مگر وہ ایسا سخت تھا کہ اس کے کان پر جوں بھی نہ رینگی۔ صاحب روضۃ الصفا لکھتے ہیں کہ متوکل کے ایام حکومت میں علاقۂ قیروان کے تیرہ گاؤں زمین کے نیچے دب گئے اور ایسے دبے کہ پھر کہیں ان کا نشان نہ ملا۔ ہزاروں باشندے ہلاک ہو گئے۔ ان تمام بستیوں میں صرف بیالیس آدمی باقی بچے تھے وہ بھی اس طرح کہ وہاں سے دوسرے مقامات پر بھاگ کر چلے گئے۔ ۲۴۲ھ میں ایسا زلزلہ آیا کہ دمغان جیسے عظیم الشان شہر کا نصف حصہ بالکل تباہ و برباد ہو گیا۔ اسی سال شہر بسطام بھی تقریباً دو ثلث خراب و برباد ہوا۔ شہر رے، اجرجان، نیشاپور اور اصفہان میں بھی اس قسم کے واقعات پیش آئے۔ شہر قومس میں بھی سخت زلزلہ آیا۔ صوبۂ یمن کی تمام زراعت ہوا کے طوفان سے تباہ و برباد ہو گئی۔ غرضکہ اس قسم کے بہت سے واقعات اس جابر بادشاہ کے عہد سلطنت میں نمودار ہوئے۔ یہ سب اہلبیت رسول کے ستانے کے نتائج تھے کوئی سمجھے یا نہ سمجھے۔

۲۳۔ منتصر باللہ کی سلطنت

مسعودی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ منتصر نے اپنے باپ متوکل کو ٹھیک اسی مقام پر مارا تھا جہاں آتش پرستوں کے ساسانی دور میں شیرویہ نے اپنے حکمراں باپ کو قتل کیا تھا۔ اس مقام پر متوکل نے ایک نہایت پر تکلف اور خوشنما عمارت تعمیر کرائی تھی جسے وہ جعفریہ کہا کرتا تھا کیونکہ اس کی کنیت ابوجعفر تھی۔ متوکل قتل کے بعد منتصر سات روز تک اس عمارت میں قیام پذیر رہا اس کے بعد اس نے تمام عمارت کو مسمار کرا دینے کا حکم دیدیا۔ منتصر عادات و اطوار میں اپنے باپ کے بالکل خلاف تھا اس کی طبیعت میں رحم و انصاف تھا۔ اس کی سلطنت کی کل مدت چھ ماہ تھی لیکن اس زمانہ میں تمام رعایا اس سے خوش رہی۔ زیارت قبر امام حسین علیہ السلام کے متعلق متوکل نے جو ممانعت کا حکم جاری کیا تھا اس نے اس کو منسوخ کر کے ہر شخص کو آزادی سے زیارت کرنے کی اجازت دے دی اس عمل سے رعایا کو بڑی خوشی حاصل ہوئی۔ منتصر نے امام علی نقی علیہ السلام سے کسی قسم کا کوئی تعرض نہ کیا۔ پچیس برس کے سن میں یہ بادشاہ سرسام میں مبتلا ہو کر مر گیا۔

۲۴۔ مستعین باللہ کی سلطنت

منتصر باللہ کے بعد معتصم کا بیٹا احمد جس کا لقب مستعین باللہ تھا تخت نشین ہوا۔ اس نے اولاد متوکل کی قوت توڑنے میں پوری کوشش سے کام لیا۔ اس کے زمانہ میں سادات کی قوت نے پھر ترقی کر کے خروج کی صورتیں پیدا کیں چنانچہ سنہ ۲۵۰ھ میں یحییٰ ابن عمر بن یحییٰ بن حسین بن زید علوی نے

کوفہ میں خروج کیا۔ مستعین باللہ کی فوج نے مقابلہ کر کے ان کو شکست دی اور گرفتاری کے بعد قتل کیا۔ ان کے بعد حسن بن زید نے جن کا لقب داعی الحق تھا علاقہ طبرستان میں فوج کشی کی اور طبرستان اور اس کے حدود میں اپنا پورا قبضہ جما لیا۔ انیس برس کامل ان کی حکومت رہی ان کے مرجانے کے بعد اُن کے بھائی محمد بن حسن نے اس علاقہ میں اٹھارہ برس تک سلطنت کی۔ آخر میں اسمٰعیل سامانی کے اشارہ سے محمد بن ہارون نے اُن کو قتل کرایا۔

مستعین نے داعی الحق کی طرف اس وجہ سے کوئی توجہ نہ کی کہ وہ دو برس سلطنت کے بعد اپنے ذاتی معاملات میں کچھ ایسا پھنس گیا تھا کہ کسی دوسرے کی طرف نظر کرنے کا اس کے لئے کوئی موقع ہی نہ تھا۔

امام علی نقی علیہ السلام کو یحییٰ اور داعی الحق وغیرہ کے معاملات سے کوئی تعلق نہ تھا۔ اگرچہ سادات کرام نے بہت چاہا کہ امام علیہ السلام ان کے شریک حال ہو جائیں لیکن حضرت نے دنیوی جھگڑوں میں پڑنے سے قطعاً انکار کر دیا۔ آپ کو بجز عبادت خدا اور تلقین وارشاد مطلق کسی دوسرے کام کی طرف توجہ ہی نہ تھی۔

مستعین کے زمانہ میں ترکی غلاموں کی طاقت اس قدر زور پکڑ گئی تھی کہ مستعین اپنی جان کے خوف سے سامرہ (دارالسلطنت) چھوڑ کر بغداد بھاگ گیا تھا۔ یہاں غلاموں نے متوکل کے دوسرے بیٹے معتز باللہ کو تخت پر بٹھا دیا۔ عرصہ تک آپس کے معاملات الجھے رہے آخر معتز نے مستعین کو گرفتار کرا دیا۔ اس کی سلطنت کل تین برس نو مہینے رہی۔

۲۵- المعتز باللہ کی سلطنت

جس طرح ہندوستان میں تیموری سلطنت میں عالمگیر کے بعد روز بروز ضعف پیدا ہونے لگا تھا اسی طرح مامون کے بعد عباسی سلطنت کی صورت بگڑ گئی۔ بادشاہوں کی عیش پرستی، غفلت، ظلم پسندی اور نالائقی نے سلطنت کی بنیادوں کو اس طرح ہلا دیا تھا کہ صدیوں کی عمارت چند ہی سال کے توڑ پھوڑ میں مسمار ہو کر رہ گئی۔

معتز بہت معمولی دماغ کا آدمی تھا۔ سیاسی معاملات میں اس کا دماغ بہت خوفناک غلطیاں کر جاتا تھا۔ رومی غلاموں کا اس کی سلطنت کے زمانہ میں بڑا زور تھا اس نے بہت چاہا کہ ان کو تباہ و برباد کر کے بے کھٹکے سلطنت کرنے لگے ان کے اقتدار کے مقابل اس کی ایک بھی نہ چلی۔ غلاموں کو جب یہ پتہ چلا کہ معتز ہمارا جانی دشمن ہے تو سب نے مل کر اس بات کی کوشش کی کہ اسے سلطنت سے بہت جلد معزول کر کے اس کے بھائی مویّد کو تخت نشین کر دیں وہ اپنی اس تدبیر میں ضرور کامیاب ہو جاتے لیکن معتز نے موقع پا کر مویّد کو اس طرح ہلاک کر دیا کہ اس کے ہاتھ پاؤں بندھوا کر برف کے اندر دبایا اور اوپر سے سردیاں اس پر چھڑکا یہاں تک کہ اس کا خاتمہ ہو گیا۔ اور سب میں یہ مشہور کر دیا کہ وہ اپنی موت سے مرا ہے۔ جب اس طرف سے اطمینان حاصل ہو گیا تو اب اس ظالم کی نظر اپنے دوسرے بھائی موفق کی طرف اٹھی۔ بہت جلد اسے بھی گرفتار کر کے بصرہ کے قید خانہ میں بند کر دیا ۲۵۶ھ تک اس کی سلطنت رہی اسی ظالم نے ۲۵۴ھ میں ہمارے دسویں امام حضرت علی نقی علیہ السلام کو زہر سے شہید کیا۔

٢٦۔ امام علی نقی علیہ السلام کی شہادت

معتز نے جب امامؑ کی طرف لوگوں کی رجوع زیادہ دیکھی تو اپنے آباو اجداد کی طرح اس شقی کے دل میں بھی حسد کی آگ بھڑکی اور حضرت کے قتل کا درپے ہو گیا چنانچہ ایک روز موقع پا کر اس ظالم نے امام علیہ السلام کو زہر دلوا دیا جس کے اثر سے چند ہی گھنٹے بعد آپ نے انتقال فرمایا۔ یہ واقعہ تیسری رجب روز دوشنبہ ۲۵۴ھ کا ہے۔ اسوقت آپ کا سن شریف اکتالیس برس چھ ماہ کا تھا۔ سوائے امام حسن عسکری علیہ السلام کے اور کوئی دوسرا شخص وفات کے وقت آپ کے پاس موجود نہ تھا۔ آپ کی امامت کا زمانہ ۳۵ سال تھا۔ اس مدت میں ستائیس برس کامل آپ سامرہ میں قیام فرما رہے۔ امام حسن عسکری علیہ السلام نے ہی آپ کی تجہیز و تکفین کی جس گھر میں آپ رہتے تھے اسی میں دفن فرمایا۔

لکھا ہے کہ امام علی نقی علیہ السلام کے دفن کے وقت امام حسن عسکری علیہ السلام بہت بے چینی سے زار زار رو رہے تھے۔ آپ کا گریبان چاک تھا کسی نے بطور اعتراض کہا مصیبت میں گریبان چاک کرنا منصب امامت کے لئے شایان نہیں۔ آپ نے فرمایا۔ احمق اور جاہل دین خدا کو کیا جانیں، حضرت موسیٰ پیغمبر تھے انھوں نے اپنے بھائی ہارون کے ماتم میں گریبان چاک کیا تھا۔ پس اگر میں نے باپ کے غم میں ایسا کیا تو کیا بے جا کیا۔

باب دوم

اخلاق و عادات و فضائل روحانی

ا۔ یتیم نوازی و غربا پروری

اپنے آبائے کرام کی طرح ہمارے دسویں امام حضرت علی نقی علیہ السلام بھی حد درجہ یتیموں اور مسکینوں پر شفیق تھے۔ اکثر آپ کے در دولت پر یتیموں کا ہجوم رہتا تھا۔ غربا جابجا اُس راہ میں بیٹھ جاتے تھے جس طرف سے امام علیہ السلام کا گزر ہوتا تھا۔ باوجودیکہ آپ سامرہ میں نہایت عسرت کی زندگی بسر فرماتے تھے لیکن اس پر بھی کبھی کسی سائل کو اپنے در سے محروم نہ جانے دیتے تھے۔ کمسن یتیموں کو اپنے سامنے بٹھا کر بڑی شفقت سے ان کے سروں پر ہاتھ پھیرتے تھے اور ان کی ہر طرح کی ناز برداری کرتے تھے۔ رات کو سامرہ کی بیوہ عورتوں کے گھر خود تشریف لے جا کر کھانا پہنچاتے تھے۔

۲۔ صبر و تحمل

امام علی نقی علیہ السلام کا قیام سامرہ میں بیس سال تک رہا اس مدت میں

خلفائے بنی عباس کے ہاتھوں کون سی تکلیف تھی جو حضرت کو نہ پہنچی بالخصوص جابر متوکل کے ہاتھوں سے لیکن آپ ایسے صابر وشاکر تھے کہ کبھی ایک حرف شکایت کا آپ کی زبان پر نہ آیا۔ متوکل کی سختیاں اور حضرت کا تحمل دیکھ کر لوگوں کو بڑا تعجب ہوتا تھا۔ باوجودیکہ سیکڑوں شیعہ ہر روز حضرت کی خدمت میں بغرض زیارت حاضر ہوتے تھے لیکن آپ نے کبھی کسی سے متوکل کی کوئی شکایت نہ کی۔ اگر حضرت ذراسی شکایت بھی زبان مبارک سے فرمادیتے تو عاشقان اہلبیت اور محبان خاندان رسالت جو سامرہ اور اطراف سامرہ میں ہزاروں کی تعداد میں تھے۔ متوکل کی سلطنت میں ایک انقلاب عظیم پیدا کردیتے لیکن امام علیہ السّلام نے اس طرف قطعاً توجہ نہیں فرمائی۔

۳۔ سخاوت

صرف ایک واقعہ بلحاظ اختصار ہم حضرت کی سخاوت کے متعلق درج کرتے ہیں۔ اسی سے پتہ چل جائے گا کہ امام علیہ السلام میں یہ صفت کس شان سے پائی جاتی تھی۔ ایک بار ایک عرب جو کوفہ کا رہنے والا تھا حاضر خدمت ہو کر عرض کرنے لگا میں آپ کا اور آپ کے آباو اجداد کا سچا محب ہوں لیکن زمانہ کی گرفتاری سے سخت پریشاں حال ہوں مجھ پر جن لوگوں کا قرض ہے وہ دم بھر مجھے چین سے نہیں بیٹھنے دیتے۔ آپ کے سوا اور کسی کو ایسا نہیں پاتا کہ مجھے اس مشکل سے نجات دے۔ حضرت نے فرمایا۔ کل قرضہ کتنا ہے؟ اس نے کہا دس ہزار درم فرمایا غم نہ کر انشاءاللہ تیرا قرضہ ادا ہو جائیگا۔ اس کے بعد آپ نے اس کو دس ہزار درم کا ایک تمسک اپنی طرف سے لکھ دیا اور فرمایا اس کاغذ کو لیکر بادشاہ کے دربار میں

فلاں روز آنا۔ میں بھی وہاں موجود ہوں گا۔ مجھ پر اس قرضہ کی ادائیگی کا سخت تقاضا کرنا۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ جب متوکل کو معلوم ہوا کہ حضرت مقروض ہیں تو اس نے حکم دیا کہ تیس ہزار درہم آپ کی خدمت میں پیش کئے جائیں۔ حضرت نے وہ سب کے سب اسی کے حوالے کر دئیے۔ اس نے عرض کی فرزند رسول مجھے تو صرف دس ہزار درہم کی ضرورت تھی آپ اس میں سے بیس ہزار درہم نکال لیں فرمایا نہیں میں ان میں سے ایک درہم بھی نہ لوں گا۔ دس ہزار قرض کے دیدینا اور باقی روپیہ اپنے اور اپنے عیال کے خرچ میں لانا۔ یہ سُن کر وہ مرد عرب خوش ہوگیا اور کہنے لگا بیشک ایسی سخاوت اولاد رسول کے سوا کوئی دوسرا کر ہی نہیں سکتا

۴۔ زہد و تقوےٰ

مروج الذہب مسعودی اور تاریخ ابن خلکان میں یہ واقعہ لکھا ہے کہ ایک بار کسی چغلخور نے متوکل سے جا کر کہا کہ تو امام علی نقی علیہ السّلام کی طرف سے بے خبر ہے۔ حالانکہ وہ تجھ سے جنگ کی تیاریوں میں مصروف ہیں۔ ان کے مکان میں ہتھیار وغیرہ جمع ہو رہے ہیں۔ ان کے شیعہ جمع ہو ہو کر مشورے کرتے ہیں۔ یہ سنتے ہی متوکل کے تن بدن میں آگ لگ گئی اس نے اپنے ایک سردار کو حکم دیا کہ بہت سی فوج لیجا کر امام علیہ السّلام کے گھر کا محاصرہ کرلو اور بے تامل اندر گھس جاؤ۔ جو سامان نظر آئے سب میرے پاس لے آؤ اگر کچھ لوگ جمع ہوں تو ان کو بے تامل قتل کر ڈالو۔ جب یہ لوگ وہاں پہنچے تو دیکھا وہاں حضرت کے سوا اور کوئی شخص بھی نہیں۔ آپ ایک کمبل کا کُرتا پہنے ہوئے ایک ٹوٹے ہوئے بورئیے پر عبادت خدا کر رہے ہیں۔ زار زار خوف خدا میں آنسو بہ رہے ہیں۔ ان لوگوں نے تمام گھر

تلاش کیا لیکن جنگی سامان کا تو کیا ذکر دنیا کا کوئی سامان ہی نظر نہ آیا - صرف ایک وضو کرنے کا ظرف تھا اور ایک پانی کا گھڑا ایک کھانا کھانے کا برتن اور ایک اوڑھنے کی چادر - یہ مختصر سا سامان دیکھ کر لوگ حیرت میں آگئے - انھیں خیال تھا کہ نہ معلوم حضرت کے گھر سے کیا کیا قیمتی چیزیں ہاتھ لگیں گی لیکن یہاں صرف رضائے الٰہی کے سوا اور کسی چیز کی طرف توجہ ہی نہ تھی۔

۵ - تعلیم و ہدایت

بچپن سے آخر وقت تک امام علیہ السّلام برابر لوگوں کو امر دین کی تعلیم دیتے رہے - لوگ ہمیشہ آپ کی خدمت میں مسائل دریافت کرنے کے لئے آیا کرتے تھے - آپ ان سب کو تسلی بخش جواب مرحمت فرماتے تھے۔ علمائے اہل سنت نے بھی اس امر کا اقرار کیا ہے کہ امام علی نقی علیہ السّلام سے بہتر اس زمانہ میں کوئی شخص علم دین کا عالم نہ تھا - اُن کی ذات سے لوگوں کو ناقابل بیان علمی فائدہ حاصل ہوا - دور دراز ملکوں کے رہنے والے حضرت کی خدمت میں وہ مسئلے دریافت کرنے کے لئے حاضر ہوتے تھے جن کا تسلی بخش جواب اس زمانہ کے علما و فضلا دینے سے قاصر رہتے تھے قاضی یحییٰ بن اکثم جو اس زمانہ کے بڑے ذی استعداد عالم سمجھے جاتے تھے اور متوکل کے درباری علماء میں ان کا پایہ سب سے بلند تر تھا انھوں نے بھی امام علی نقی علیہ السّلام کے مقابل بار بار ایسی منہ کی کھائی کہ چھکے چھوٹ گئے اور پھر حضرت سے مقابلہ کرنے کی کبھی جرأت نہ ہوئی - انھوں نے حضرت سے فیض حاصل کرنے کا یہ طریقہ نکالا تھا کہ جب کوئی مسئلہ سمجھ میں نہ آتا تو خود تو شرم سے حضرت کی خدمت میں حاضر نہ ہوتے تھے البتہ اپنے کسی شاگرد کے ذریعہ سے دریافت

کرا لیتے تھے۔

۶- اجابت دُعا

روضۃ الاحباب میں ہے کہ ایک بار ایک شخص عبدالرحمن نامی سے جو اصفہان کا رہنے والا تھا اور شیعہ مذہب رکھتا تھا کچھ لوگوں نے پوچھا کہ تم امام علی نقی علیہ السّلام کی امامت پر کس وجہ سے ایمان لائے ہو۔ انھوں نے کہا میں نے حضرت سے ایک ایسا امر مشاہدہ کیا ہے جو ان کی امامت کی روشن دلیل بننے کے لئے کافی ہے۔ لوگوں نے پوچھا وہ کیا ہے اس نے کہا میں ایک نہایت تنگدست آدمی تھا۔ مگر طلاقت لسان کی صفت میرے اندر اعلےٰ پیمانہ پر موجود تھی۔ بعض لوگوں نے مجھے مشورہ دیا کہ متوکل کے دربار میں جا کر اس سے اپنا حال بیان کروں۔ چنانچہ ایک روز میں وہاں پہنچا۔ دربار لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔ متوکل تخت پر بیٹھا تھا مگر غصّہ سے اس کا چہرہ سُرخ ہو رہا تھا۔ میں خوف زدہ سا ایک طرف کھڑا ہو گیا۔ اس نے اپنے خادموں سے کہا فوراً علی بن محمد (امام علی نقی علیہ السّلام) کو میرے سامنے حاضر کرو۔ میں نے اپنے پاس والے شخص سے پوچھا یہ کون شخص ہے جس کے متعلق خلیفہ نے یہ حکم دیا ہے۔ اس نے کہا ایک مرد علوی ہے جس کو رافضی لوگ اپنا امام سمجھتے ہیں۔ متوکل نے اس لئے بلایا ہے کہ ان کو قتل کرا دے یہ سن کر میں نے دل میں کہا۔ جب تک یہ بزرگ نہ آئیں مجھے یہاں سے جانا نہ چاہیئے دیکھوں تو متوکل کیا کرتا ہے۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ حضرت تشریف لائے لوگوں کی نگاہیں آپ کی طرف اٹھیں۔ میں نے بھی حضرت کو بغور دیکھا خدا جانے کیا معاملہ تھا کہ دیکھتے ہی آپ کی محبت میرے دل میں پیدا

ہو گئی۔ میں نے چپکے چپکے خدا سے دعا کی کہ خداوند متوکل کے شر سے ان بزرگ کو محفوظ رکھ۔ جب حضرت میرے قریب پہنچے تو میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا خدا نے تیری دعا قبول کی۔ اور اس کے صلہ میں تیری عمر طولانی کر دی مال کو بڑھا دیا اور اولاد کو زیادہ کر دیا۔ حضرت سے یہ سنتے ہی میرا بدن تھر تھر کانپنے لگا۔ لوگوں نے یہ حال دیکھ کر سبب پوچھا۔ میں نے کہا ان بزرگ کی جلالت شان اور تقرب ایزدی نے میرا یہ حال بنایا ہے سخت حیران ہوں کہ جو بات میرے دل سے نکلی ہی نہ تھی وہ ان کو کس طرح معلوم ہو گئی۔ الغرض جب میں وہاں سے اصفہان پہونچا تو حضرت کی دُعا کا یہ اثر پایا کہ میری مالی حالت رفتہ رفتہ درست ہونے لگی اور پھر اس قدر ترقی ہوئی کہ ہزار ہا روپیہ کا قیمتی سامان میرے گھر میں نظر آنے لگا۔ خدا نے دس بیٹے بھی مجھے عطا فرمائے اور عمر میں بھی اضافہ کیا چنانچہ اب میں اسّی برس کا ہو چکا ہوں۔ بس یہ وجہ ہے کہ میں حضرت کی امامت پر ایمان لایا ہوں۔

شواہد النبوۃ میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے بیان کیا کہ میری بی بی حاملہ تھی۔ میں نے حضرت امام علی نقی علیہ السّلام کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور دعا فرمائیں کہ یہ بچہ لڑکا ہو۔ آپ نے فرمایا اطمینان رکھ لڑکا ہی ہوگا لیکن جب پیدا ہو تو اس کا نام محمد رکھنا۔ چنانچہ حضرت کی دعا کے اثر سے لڑکا ہی ہوا اور میں نے اس کا نام محمدؐ رکھا۔

ایک شخص نے حضرت کی خدمت میں قاضی کوفہ کے ظلم کی شکایت کی اور

عرض کی حضور اس کی معزولی کے لئے دعا فرمائیں۔ فرمایا۔ دو مہینے صبر کر۔ چنانچہ دو ماہ بعد وہ قاضی برخاست کر دیا گیا۔

۷۔ جلالت شان

متوکل کا ایک چڑیا خانہ تھا جس میں بہ کثرت پرندے پلے ہوئے تھے جو کوئی وہاں جاتا تھا ان کی گوناگوں آوازوں سے کان پڑی آواز نہ سُنائی دیتی تھی لیکن جب حضرت وہاں تشریف لے جاتے تھے تو وہ سب خاموش ہو جاتے تھے۔

۸۔ کارخانۂ قدرت پر اختیار

ایک بار ہندوستان کا ایک شعبدہ باز متوکل کے دربار میں موجود تھا اور عجیب و غریب شعبدے دکھا رہا تھا۔ متوکل نے اس سے کہا اگر تو اپنے کسی شعبدہ سے علی بن محمد (امام علی نقی علیہ السّلام) کو شرمندہ کر دے تو میں تجھے ہزار دینار انعام دوں گا۔ اس نے کہا یہ کون بڑی بات ہے آج آپ انھیں دستر خوان پر بُلوائیے اور چند چپاتیاں بھی ان کے سامنے رکھوا دیجئے اور مجھے ان کے پاس بٹھا دیجئے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ جب امام علیہ السّلام نے ہاتھ بڑھا کر روٹی کو اٹھانا چاہا اس شعبدہ باز نے کوئی عمل ایسا کیا کہ وہ روٹی حضرت کے سامنے سے خود بخود ہٹ گئی لوگ اس پر ہنس پڑے۔ اُس بدبخت نے تین بار ایسا ہی عمل کیا۔ حضرت کو غیظ آگیا۔ وہاں ایک فرش بچھا ہوا تھا جس پر ایک شیر کی تصویر بنی ہوئی تھی۔ حضرت نے اس کی طرف اشارہ کر کے فرمایا پکڑ لے اس خبیث کو۔ یہ فقرہ زبان سے نکلنا تھا

کہ وہ شیر جو بصورت تصویر تھا اصلی شیر بن کر کھڑا ہو گیا اور اس شعبدہ باز کو آن کی آن میں نگل گیا۔ یہ دیکھ کر تمام مجلس لرز اٹھی۔ حضرت نے فرمایا جیسا تھا ویسا ہی ہو جا چنانچہ وہ پھر بصورت تصویر ہو گیا۔ متوکل نے ہر چند حضرت سے درخواست کی کہ شعبدہ باز کو اس شیر سے واپس لے لیں لیکن حضرت نے قبول نہ فرمایا

۹۔ حضرت کی لعن کا اثر

ایک بار خلیفہ کے دربار میں بہت سے لوگ ولیمہ کھا رہے تھے۔ امام علی نقی علیہ السّلام بھی تشریف فرما تھے۔ ان اہل مجلس میں ایک جوان آدمی حضرت سے مذاق کرنے لگا۔ آپ نے فرمایا ذکر خدا کو چھوڑ کر یہ لغویات تو کیوں عمل میں لا رہا ہے۔ خدا کی تجھ پر لعنت ہو۔ تین دن کے بعد تو اہل قبور سے ہو گا۔ چنانچہ دوسرے روز یہ شخص بیمار پڑا اور تیسرے روز دنیا سے رخصت ہو گیا۔ خاصان خدا کے ساتھ گستاخی کی سزا اس شقی کو بہت جلد مل گئی۔

۱۰۔ علم

ایک بار متوکل کو زہر دیا گیا۔ اس نے یہ نذر کی کہ اگر میں اچھا ہو جاؤں گا تو خدا کی راہ میں مال کثیر تصدق کروں گا۔ جب وہ اچھا ہو گیا تو علماء نے مال کثیر کے متعلق اختلاف کیا۔ آخر متوکل نے اپنے غلام کو امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں بھیجا۔ آپ نے فرمایا اس کو اسّی درہم صدقہ میں دینے چاہئیں۔ غلام نے متوکل سے یہی جا کر بیان کر دیا اس نے کہا وجہ بھی دریافت کرو۔ وہ غلام پھر آپ کی خدمت میں آیا آپ نے فرمایا خدا اپنے نبی سے فرماتا ہے لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ ۔ چونکہ حضرت رسول خدا کے غزوات

انثی تھے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ کثیرۃ کا لفظ انثی پر بولا گیا ہے۔ یہ جواب سن کر متوکل بھڑک گیا۔

متوکل نے ایک بار ابن سکیت سے کہا کہ امام علی نقی علیہ السّلام سے میرے سامنے ایسے مشکل سوال کر کہ وہ جواب نہ دے سکیں۔ چنانچہ اس نے حسب ذیل سوالات کئے۔

ابن سکیت۔ خدا نے حضرت موسیٰ کو عصا کا معجزہ اور حضرت عیسیٰ کو کوڑھی اور مبروص کو اچھا کرنے اور مُردوں کو جلانے کا معجزہ اور حضرت محمد مصطفےٰ کو قرآن اور سیف کا معجزہ جدا جدا کیوں دیا۔ ایک ہی قسم کا معجزہ سب کو کیوں نہ دیا۔

امام۔ جس زمانہ میں جیسی ضرورت تھی ویسا معجزہ دیا گیا۔ ہر زمانہ کے لئے ایک ہی معجزہ کیونکر کارآمد ہو سکتا تھا۔ حضرت موسیٰ کے زمانہ میں جادوگروں کا زور تھا۔ لہٰذا ان کو عصا اور ید بیضا دیا گیا۔ حضرت عیسیٰ کے زمانہ میں طب کا بڑا زور تھا۔ لہٰذا ان کو شفا بخشنے اور مُردے جلانے کا معجزہ دیا گیا۔ حضرت رسول خدا کے زمانہ میں فصاحت و بلاغت اور شجاعت کا بڑا زور تھا لہٰذا اس کو توڑنے کے لئے قرآن اور تلوار دو چیزیں دی گئیں۔

ابن سکیت۔ اس زمانہ میں جبکہ کوئی معجزہ نہیں کیا چیز لوگوں پر حجت ہے۔

امام۔ عقل ہے جو سچے اور جھوٹے میں تمیز کرنے والی ہے۔

ابن سکیت۔ عقل تو پہلے بھی تھی۔

امام۔ لیکن اس پر تمیز کی راہیں تو کھلی ہوئی نہ تھیں۔ ان راہوں کو انبیاء نے کھولا ہے۔

ابن سکیت۔ قرآن میں مَنْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ سے کون مراد ہے۔

امام۔ آصف برخیا۔

ابن سکیت۔ جب حضرت سلیمانؑ نے اپنے درباریوں سے یہ سوال کیا کہ تم میں سے کون ایسا ہے جو بلقیس کو مع تخت اٹھا لائے تو کیا ان کو یہ معلوم نہ تھا۔ کہ آصف برخیا ایسا کر سکتے ہیں۔ اگر معلوم تھا تو پھر یہ سوال کیوں کیا۔

امام۔ معلوم تھا لیکن وہ اپنی امت کے جن اور انس پر ان کی فضیلت ثابت کر کے یہ بتانا چاہتے تھے کہ ان کے بعد وہی ان کے وصی ہوں گے۔

ابن سکیت۔ یعقوبؑ نے اپنے بیٹے یوسفؑ کو سجدہ کیوں کیا۔ کیا باپ کے لئے بیٹے کو سجدہ کرنا جائز تھا۔ کیا انسان کو انسان سجدہ کر سکتا ہے۔

امام۔ وہ سجدہ محض طاعت خدا اور تحیہ یوسف کی غرض سے تھا یہ سجدہ اسی قبیل سے تھا جیسا کہ ملائکہ کا سجدہ آدم علیہ السلام کو حضرت یعقوبؑ اور ان کے بیٹوں نے جو سجدہ کیا تھا وہ درحقیقت خدائے تعالیٰ کا سجدہ شکر تھا کیونکہ اس نے جدائی کے بعد سب کو ایک جگہ جمع کر دیا تھا۔

ابن سکیت۔ خدا فرماتا ہے فَاِنْ كُنْتَ فِیْ شَكٍّ مِّمَّاۤ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ فَسْــٴَـلِ الَّذِیْنَ یَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ۔ اس آیت میں حضرت رسول خدا سے خطاب ہے حالانکہ حضرت کو جو باتیں خدا کی طرف سے نازل ہوئی تھیں ان میں کسی قسم کا شک نہ تھا۔

امام۔ بیشک حضرت کو شک نہ تھا۔ لیکن جاہل یہ کہتے تھے کہ خدا نے ملائکہ میں سے کسی نبی کو کیوں نہیں بھیجا تاکہ نہ اسے کھانے کی ضرورت ہوتی نہ پینے کی نہ بازار میں چلنے کی۔ اس استغنا کا اثر لوگوں پہ زیادہ پڑتا پس خدا

نے اپنے نبی کی طرف یہ وحی کی کہ اگر کتاب پڑھنے والے جہالت کی وجہ سے شک میں پڑے ہوئے ہیں تو کیا ان کو یہ معلوم نہیں کہ تم سے پہلے جو نبی بھیجے گئے تھے وہ بھی کھاتے پیتے تھے پس اگر ایسا تھا تو اے محمدؐ تم بھی ایسے ہی ہو پھر ان کو شک کرنے کا کیا موقع ہے۔ اس شک کی نسبت حضرت رسولخداؐ کی طرف محض اس لیے دی گئی ہے کہ ان لوگوں کو برا نہ معلوم ہو۔ کیا آیۂ مباہلہ میں تم نے نہیں پڑھا فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ خدا جانتا تھا کہ اس کا رسول سچا ہے پس اُسے کہنا چاہیئے تھا فنجعل لعنۃ اللہ علیکم۔ لیکن اخلاقاً یہ کہنا اچھا نہ سمجھا گیا کیونکہ ان کو برا معلوم ہوتا۔ اسی بنا پر اپنے نبی کا شمول کر دیا۔ سبحان اللہ! کیا ہی مسکت جواب ہے۔ قرآن کی یہ اخلاقی تعلیم دیکھنے کے قابل ہے۔

ابن سکیت۔ وہ کون سا درخت تھا جس کے پاس جانے اور کھانے کی آدمؑ کو ممانعت کر دی گئی تھی۔

امام۔ وہ حسد کا درخت تھا۔ خدا اولاد آدمؑ کو حسد سے بچانا چاہتا تھا۔

متوکل کے سامنے ایک مرد نصرانی کو لائے جس نے ایک مسلمان عورت سے زنا کیا تھا۔ جب متوکل نے اس پر حد جاری کرنے کا ارادہ کیا تو وہ مسلمان ہو گیا۔ قاضی یحییٰ بن اکثم نے کہا اب اس پر حد جاری نہیں ہو سکتی کیونکہ اسلام نے اس کے گناہ کو دھو دیا۔ کسی نے کہا اے امیر المومنین امام علی نقی علیہ السلام سے بھی اس بارہ میں معلوم کر لیجئے۔ چنانچہ متوکل نے آپ کے پاس کسی کو بھیج کر اس مسئلہ کو پوچھا آپ نے فرمایا اسے یہاں تک مارنا چاہیئے کہ مر جائے۔ درباری فقہا نے اس جواب کو قبول کرنے سے انکار کیا اور دلیل

مانگنے لگا۔ متوکل نے پھر حضرت سے پوچھا آپ نے فرمایا اس کے متعلق صاف آیت موجود ہے۔ فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ (جب انھوں نے ہماری سزا کو دیکھا تو کہنے لگے ہم ایک خدا پر ایمان لے آئے اور پہلے شرک سے ہم نے بیزاری اختیار کی

۱۱۔ شانِ امامت

صاحب معارج الفضائل تحریر فرماتے ہیں کہ ایک بار بادشاہ عبّاسی واثق باللہ نے اپنا تمام لشکر جو نوّے ہزار کی تعداد میں تھا ایک مقام پر جمع کیا اور ایک پہاڑ پر جا کر اس کو دیکھنے لگے اس نے اپنی شکوہ و شان دکھانے کے لئے امام علی نقی علیہ السّلام کو بھی بلایا جب حضرت اس فوج کا معائنہ کر چکے تو فرمایا اے بادشاہ اب تو بھی ہمارے لشکر پر نظر کر اس نے تعجب سے کہا آپ کا لشکر کہاں ہے۔ حضرت نے کچھ کلمات پڑھ کر دستِ مبارک آسمان کی طرف بلند کئے اور پھر واثق سے فرمایا دیکھ ہمارے لشکر کو اب جو اس نے دیکھا تو پہاڑ کے نیچے مشرق سے مغرب تک تا حدِ نگاہ ایک عظیم الشان سلحشور لشکر اسے نظر آیا۔ حیران ہو گیا کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ حضرت نے فرمایا اے واثق بحکم خدا یہ تمام فوج میرے قبضہ میں ہے اگر حکم دوں کہ اس پہاڑ کو اُلٹ دیں تو ابھی آنِ واحد میں اُلٹ کر رکھ دیں گے۔ لیکن ہم پر طمعِ دنیا غالب نہیں۔ ہم صبر و شکر کی زندگی بسر کرنے والے ہیں۔

باب سوم

کلامِ معجز نظام

فتح ابن خاقان کا بیان ہے کہ ایک دن میں نے امام علی نقی علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ آج حضور کچھ توحید جناب باری عز اسمہ کے متعلق بیان فرمائیں، یہ سُن کر امام علیہ السلام نے ایک نہایت ہی فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا، جس کا تھوڑا سا حصّہ ہم یہاں ترجمہ کرتے ہیں۔

"خداوند عالم ہر آواز کا سُننے والا اور ہر چیز کا دیکھنے والا ہے۔ وہ آسمان و زمین میں تنہا ہے کوئی نہ اُس کا شریک ہے نہ جزو ہے وہ کسی چیز سے نہ قریب ہے نہ بعید، وہی سب کی حاجتوں کا بر لانے والا ہے، نہ اُس کو کسی نے پیدا کیا ہے، نہ اُس نے کسی کو جنا ہے، اُس کا مثل و نظیر کسی وقت دُنیا میں ممکن نہیں۔

فتح کا بیان ہے جب امام کا کلام اس مقام تک پہونچا تو میں نے عرض کی مجھے اس مقام پر ایک شُبہ پیدا ہوتا ہے پہلے حضور اُسے دُور فرما دیں، آپ نے ابھی فرمایا ہے کہ خدا واحد ہے اور کوئی اُس کا مثل نہیں حالانکہ یہ دونوں صورتیں انسان میں بھی ممکن ہیں یعنی وہ بھی بے مثل ہے اور اپنی ذات سے اکیلا ہے۔

"فرمایا تم نے سمجھا نہیں، انسان کی وحدت اور ہے اور خدا کی وحدت

اور یہ انسان اعضاء و جوارح رکھتا ہے ان کی وجہ سے اس پر وحدت
کا اطلاق نہیں ہوسکتا۔ وہ تو مرکب شے ہے اور مرکب میں وحدت
کہاں جب تک ہر اعتبار سے واحد نہ ہو حقیقی وحدت نہیں پائی جاسکتی
انسانی مجسمہ تو بے شمار اجزائے متفرقہ سے بنا ہے۔ مثلاً گوشت۔ خون۔
رگیں۔ پٹھے۔ ہڈی۔ بال۔ پھر کوئی شے سفید ہے کوئی سیاہ کوئی سرخ
ایسی صورت میں وحدت اس کے لئے کیوں کر ہوسکتی ہے۔ البتہ خدا
ہر حیثیت سے واحد ہے۔ اس کی ذات میں دو مختلف الحقیقت چیزوں
کی گنجائش نہیں۔

یہ سن کر میں نے عرض کی بس میری تسکین ہوگئی۔ لیکن لطیف و
خبیر کے متعلق کچھ اور ارشاد فرمائیے۔

حضرت نے فرمایا۔ میں اس کو لطیف اس لئے کہتا ہوں کہ اس نے
اپنی نازک ترین مخلوقات کو پیدا کرکے اپنی صنعت کی لطافت کا کافی ثبوت
دیا ہے۔ دیکھو تو کیسی نازک سے نازک گھاس بنائی ہے کیسے نازک پھول
کھلائے ہیں۔ پتوں میں کیسی نازک رگیں موجود ہیں۔ کیا یہ اس کے
کمال صنعت کی دلیل نہیں۔ اسی طرح روح انسان سے بھی اس کی صنعت
کی انتہائی لطافت کا اظہار ہوتا ہے۔ چھوٹی چھوٹی چیونٹیوں اور چڑیوں
کو دیکھو۔ ان کی روزی حاصل کرنے کی تدبیروں پر غور کرو۔ مچھر جیسی چھوٹی
سی مخلوق کو دیکھو اس کے کاموں پر غور کرو۔ خدا نے بے شمار ایسی
چھوٹی چھوٹی مخلوق پیدا کی ہے کہ انسان یہ بھی نہیں بتا سکتا ان میں نر
کون ہے اور مادہ کون ہے بچہ کون ہے اور جوان کون ہے ماں کون
ہے اور باپ کون ہے۔ پھر ان کے کام دیکھو۔ وہ جفتی بھی کھاتے

ہیں۔ دشمن سے اپنی جان بھی بچاتے ہیں۔ غذا کا اپنے لئے ذخیرہ بھی کرتے ہیں۔ دریائی مچھلیوں اور بحری جانوروں کو دیکھو۔ جانوروں کی مختلف بولیاں سنو۔ ان مختلف حرکات پر نظر ڈالو۔ قسم قسم کے رنگ دیکھو۔ ان کے چھوٹے چھوٹے اور نازک اعضاء دیکھو۔ ان کی مختلف قسم کی بناوٹ دیکھو۔ کیا یہ سب چیزیں اس پر دلالت نہیں کرتیں کہ ان کا بنانے والا حد درجہ لطیف و خبیر ہے۔

فتح کہتا ہے یہ سن کر میرے اوپر وجد کی کیفیت طاری ہوگئی۔

تمام شد